بیاد: حضرت الحاج حافظ عبدالستارصاحب عزیزیؒ

دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماهنامه

نقوش اسلام

Issue.No. 8	OCT. 2021 - ربیع الاول ۱۴۴۳ھ- اکتوبر ۲۰۲۱ء	VOL.No.16

مجلس سرپرستان

مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری

شیخ طریقت حضرت مولانا قمرالزماں الہ آبادی

مجلس مشاورت

مولانا سید الرحمٰن اعظمی ندوی — مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

مولانا سید الرحمٰن فیضی ندوی — مولانا محمد اکرم ندوی

مولانا محمد عامر صدیقی ندوی — مولانا محمد احمد صالح جی

مولانا حسن مرچی — مولانا یحییٰ بام

مولانا رشید احمد ندوی — مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

چیف ایڈیٹر

محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی

ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM

MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129

(U.P)INDIA.Cell.09719831058

E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in

masoodazizi94@gmail.com

www. nuqusheislam.com , www. mifiin.org

ماہنامہ ”نقوش اسلام“ مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ.......................۲۰ روپے

سالانہ.......................۲۴۰ روپے

خصوصی...... ......۵۰۰۰ روپے

ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۵۰ ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 9719831058

منیجر توسیع واشاعت: قاری محمد صالحین

Mob: 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I

Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN

PRINTEDAT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR

EDITOR: MD FURQAN

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
حقیقی اور معنوی نشہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
تجزیہ		۵
فائینانس اور اسلام	ڈاکٹر محمد اکرم ندوی	
تاریخ قرآن		۷
تدوین قرآن کریم کے مراحل-ایک جائزہ	مولانا محمد رفعت ندوی	
دعوت اصلاح		۱۱
کامیابی کے چند اصول	محمد مسعود عزیزی ندوی	
نقوش رفتگاں		۲۳
مولانا سید حمزہ حسنی ندویؒ-تاثرات ومشاہدات	مولانا نعیم الرحمٰن ندوی	
دعوت فکر		۲۶
بیٹی رحمت کا دروازہ، بخشش کا ذریعہ	مولانا محمد طارق نعمان	
اصلاح معاشرہ		۲۹
حسن ظن اور بدگمانی	مولانا محمد رضوان گوہر ندوی	
سوانح		۳۲
الحاج منشی عبدالغفور صاحب رعینی، جہد مسلسل کی ایک تصویر	محمد مسعود عزیزی ندوی	
جائزہ		۳۷
آسمان شعر وسخن کا قمر (قمر سنبھلی مرحوم)	حسان الدین سنبھلی	
تدبیر		۴۳
موجودہ حالات میں فلسطین کے حل کے امکانات	محمد مسعود عزیزی ندوی	
مطبوعات		۴۸
مرکز احیاء الفکر الاسلامی کی شائع شدہ کتابیں	ادارہ	

❑❑❑❑

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین (فل سائز)	۳۰۰۰
// // اول اندرونی // //	۲۵۰۰
// // آخر اندرونی // //	۲۰۰۰
صفحہ اندرونی (فل سائز)	۱۰۰۰
آدھا صفحہ اندرونی	۶۰۰
¼ صفحہ //	۴۰۰

◯ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زر تعاون مبلغ ۲۴۰؍روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

حقیقی اور معنوی نشہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

دنیا میں بہت سی چیزوں میں نشہ ہوتا ہے، ایک نشہ حقیقی ہوتا ہے، ایک معنوی ہوتا ہے، جب انسان پر حقیقی نشہ سوار ہوتا ہے، تو وہ بعض مرتبہ اپنے پرائے کا بھی خیال نہیں کرتا، اس کی زبان بے لگام ہوجاتی ہے، اس کے افعال واعمال ایک شتر بے مہار کی طرح ہوجاتے ہیں، دیکھنے والا سمجھ جاتا ہے کہ یہ آدمی نشہ کا شکار ہے، پھر وہ کبھی اپنی بیوی کو طلاق دیدیتا ہے، کبھی کسی کو گالی گلوچ کردیتا ہے، اور کبھی ایسا کام کردیتا ہے کہ اگر وہ صحیح الحواس ہو، تو اس کو شرمندگی ہو، ندامت ہو، اور بعد میں اپنے کئے پر پچھتاوا ہو، یہ اس طرح کا نشہ، نشیلی اشیاء، یا نشہ آور چیزوں کے استعمال سے ہوتا ہے، مثلاً اس نے شراب پی یا بھانگ پی، ڈوڈے استعمال کئے، یا آج کل جو نئی نشہ آور چیزیں چل رہی ہیں، ان کو استعمال کیا۔

اسی طریقہ سے مال ودولت اور عہدہ ومنصب کا بھی نشہ ہوتا ہے، مال میں بھی گرمی ہوتی ہے، اور اس گرمی میں نشہ بھی ہوتا ہے، اور یہ نشہ معنوی ہوتا ہے، مگر جیسے حقیقی نشہ انسان کی عقل ودماغ پر حاوی ہوجاتا ہے، اسی طرح بعض مرتبہ معنوی نشہ بھی انسان کی عقل ودماغ پر حاوی ہوجاتا ہے، اور اس کو صحیح راستے سے بھٹکا کر غلط راستے پر لگا دیتا ہے، اور وہ اپنے مال ودولت اور منصب کا غلط استعمال کرتا ہے، بے انصافی اور بے ایمانی کرتا ہے، جس کا نتیجہ ظلم ہوتا ہے، بے راہ روی ہوتا ہے، حق تلفی ہوتا ہے، اللہ کی مخلوق کو تکلیف میں ڈالنا ہوتا ہے، اور اس کو حقیر وذلیل سمجھنا ہوتا ہے، مال ددولت اور عہدہ ومنصب کا یہ نشہ بھی سم قاتل سے کم نہیں ہوتا ہے، اس کے بھی بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں، دنیوی اعتبار سے بھی انجام برا ہوتا ہے، اور اخروی

اعتبار سے بھی، یہ مال و دولت اور یہ منصب جہنم میں دخول کا سبب بن جاتا ہے۔

اور سب سے بڑھ کر طاقت کا نشہ ہوتا ہے، طاقت کا نشہ مال دولت سے بھی آتا ہے، اور عہدہ و منصب سے بھی، دنیا میں بڑے بڑے طاقتور لوگ آئے، جن کی طاقت کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا تھا، ان طاقت ور لوگوں میں قومیں بھی تھیں، حکمران بھی تھے، مال دار بھی تھے، اہل مناصب بھی تھے، قوم ثمود اور قوم عاد بڑی طاقت ور قومیں تھیں، نمرود، شداد، فرعون، اور قیصر و کسری بڑے طاقت ور حکمران تھے، روم، روس اور امریکہ بڑی سپر پاور حکومتیں تھیں، سب کے اندر طاقت کا نشہ تھا، اس طاقت کے نشہ نے ان کو قوموں پر ظلم کرنے کے لئے ابھارا، ملکوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے آمادہ کیا، شہروں اور آبادیوں کو تہس نہس کرنے کے لئے تیار کیا، اچھے اچھے شہروں کی اور حکومتوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی، فساد کی انتہا کردی، باعزت لوگوں کو ذلیل وخوار کر کے قتل کردیا اور نا اہلوں کو باعزت بنا دیا، مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ کوئی آدمی کتنا ہی طاقت ور ہو، کتنے ہی اہم منصب پر فائز ہو، کتنی ہی بڑی حکومت کا مالک ہو، کتنے ہی خدم وحشم، جاہ وجلال، اور وسائل کا مالک ہو، ایک نہ ایک دن اس کی طاقت کا نشہ ختم ہونا ہے، ایک نہ ایک دن اس کو فنا کا سامنا کرنا ہے، مالک الملک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، باقی ساری طاقتیں فناء کے لئے ہیں، مگر خوش نصیب ہیں وہ طاقتیں، جنہوں نے اپنی طاقت سے ظلم کو ختم کیا، بے انصافی کو ختم کیا، اللہ کا کلمہ بلند کیا، ظالمانہ نظام کو ختم کیا، خدائی نظام کو نافذ کیا، شرک و بت پرستی کا قلع قمع کیا، وحدانیت کا جھنڈا گاڑا، اور دنیا میں انصاف کا بول بالا کیا، مظلوموں کی مدد کی، بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست دکھائی، ملک کو آباد کیا، اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچایا، اور تمام مخلوق کو خدا کا کنبہ سمجھا، ایسی طاقتیں مبارک ہیں، ایسی طاقتوں سے اللہ راضی ہے۔

معلوم ہوا کہ حقیقی نشہ مہلک ہے، اسی طریقے سے معنوی نشہ بھی اس سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے، اور یہ معنوی نشہ چاہے مال و دولت کا ہو، یا عہدہ و منصب کا، دونوں سے طاقت بنتی ہے، اور طاقت کا نشہ انتہائی خطرناک ہے، یہ انجام کے اعتبار سے دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کردیتا ہے، اور اگر یہ طاقت صحیح جگہ استعمال ہو تو ایسی طاقت و قوت مطلوب ہے، اللہ تعالیٰ طاقتور مومن کو پسند کرتا ہے، کمزور مومن کے مقابلے میں، اللہ اہل طاقت کو اپنی طاقت کے صحیح استعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تجزیہ

فائینانس اور اسلام

از: ڈاکٹر محمد اکرم ندوی آکسفورڈ، برطانیہ

بحث و تحقیق کے بنیادی نقاط:

اسلامک بینکنگ کے متعلق ایک رد وقدح کے دوران میں نے عرض کیا کہ موجودہ اسلامک بینکنگ صرف اسلامی سود ہے، چند حضرات نے اس جملہ کی معنویت کو سمجھا، ان میں سے دو ایک نے اسلامک فائینانس کے موضوع پر انگریزی میں تحریر کئے گئے میرے ایک مضمون کا مطالعہ بھی کیا، اس سے خوشی ہوئی کہ کچھ لوگ شکلیات سے نکل کر حقائق کو سمجھنا چاہتے ہیں، اس طرح کے طالبان حق کا تعاون کرنا ایک علمی فریضہ ہے، محترم محمد شاہد ندوی مقیم قطر نے تقاضا کیا کہ اس موضوع پر تفصیل سے لکھوں کیونکہ یہ وقت کا اہم مسئلہ ہے اور تضاد آراء کی وجہ سے بہت سے مسلمان کنفیوژن کا شکار ہیں، ان کے توجہ دلانے سے اسلامک فائینانس پر ایک متوازن کتاب لکھنے کا داعیہ شدت اختیار کر رہا ہے، خدا کرے کہ کچھ فرصت ملے اور اس پر کوئی مفید کام کرنے کی توفیق ہو، آمین۔

میں اس موضوع پر کب کوئی کتاب لکھ سکوں گا ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا، سر دست اتنا کرتا ہوں کہ ان طلبہ اور علماء کے لئے کچھ نقاط کی نشاندہی کر دوں جو اس موضوع پر یا اس کے کسی حصہ پر بحث وتحقیق کرنا چاہتے ہیں، ان نقاط سے پہلے تحقیق کے غلط طریقہ کا ذکر ہے تا کہ آپ اس سے بچیں۔

تحقیق کا غلط طریقہ:

حالیہ گفتگو کے دوران چار بنیادی غلطیاں نظر آئیں جو بحث وتحقیق کے لئے سم قاتل ہیں، آپ ان سے بچیں، ورنہ آپ سچائی تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔

پہلی غلطی: ایک عام غلطی ہے کہ ہم بحث وتحقیق کو کسی ادارہ یا شخصیت کے تابع کر دیتے ہیں، اگر کسی ادارہ کا کوئی موقف سامنے آیا تو ہم اسی موقف کو حق سمجھ لیتے ہیں، اس کے دلائل اور تشریحات کی حقیقت جاننے کی کوشش نہیں کرتے، یا کسی مخلص اور ذی علم کی رائے معلوم ہوئی تو ہم اس کی پابندی ضروری سمجھتے ہیں، اس طرح کسی کی پیروی نہ دین میں صحیح ہے، اور نہ یہ ایک عالمانہ رویہ ہے، آپ سلف کی طریقہ سے سیکھیں کہ کس طرح امام ابوحنیفہ کے شاگردوں نے ان سے اختلاف کیا، اور اس طرح کا اختلاف ہمیشہ جاری رہا۔

دوسری غلطی: کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ دو رایوں کے درمیان تیسری رائے ہی معتدل اور صحیح ہوگی، یہ ایک دھوکہ ہے، کسی چیز کا صحیح ہونا دلیل سے معلوم ہوتا ہے نہ کہ اس کے محل وقوع سے، مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق ایک رائے ہے کہ وہ نبی ہے، دوسری رائے ہے کہ وہ کذاب ہے، ایک تیسری رائے ہے کہ وہ نہ نبی ہے اور نہ کذاب بلکہ وہ ایک مجدد ہے، کیا یہ تیسری رائے صرف اس بنا پر اختیار کی جا سکتی ہے کہ وہ درمیانی ہے؟ سور کو مسلمان حرام کہتے ہیں، عیسائی اسے حلال سمجھ کر کھاتے ہیں، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ دونوں رائیں انتہا پسندانہ ہیں، درمیانی رائے یہ ہے کہ سور اگر

گندگی کھاتا ہوتو حرام ہے، اور اگر پاک چیزیں کھائے اور صاف ستھرا ہوتو حلال ہے، کیا آپ اس رائے کو معتدل مانیں گے؟ تحقیق کا صحیح طریقہ دلیل کی پیروی ہے، آپ اس طریقہ سے ہرگز نہ ہٹیں۔

تیسری غلطی: آپ اپنے خاندان یا دوستوں میں ایسے لوگوں کو جانتے ہوں گے جو اسلامک بینکنگ کا حصہ ہیں، اور وہ اس پر اپنے اطمینان کا اظہار بھی کرتے ہوں گے، ان کے اطمینان کو آپ دلیل کا درجہ نہ دیں، ان میں سے ایک کثیر تعداد فقہی باریکیوں سے ناواقف ہوتی ہے، اور ان تفصیلات کو سرے سے جانتے ہی نہیں جو اس مضمون کے دوسرے حصہ میں آرہی ہیں۔

چوتھی غلطی: کچھ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ چونکہ اسلامک بینکنگ سے ہمارا لین دین ہے، لہذا اسے لازمًا صحیح ہونا چاہئے، ایسے لوگ ہر اس رائے پر خوشی کا اظہار کریں گے جو ان کے فیصلہ کو حق بجانب قرار دے، ظاہر ہے کہ اس طرح کی کسی سوچ کی موجودگی میں تحقیق کی بنیاد یعنی امانت داری کا خون ہوتا ہے

بنیادی نقاط:

یہ بنیادی نقاط دو حصوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں، ایک اصولی، دوسرے فروعی:

اصولی نقاط:

پہلا نقطہ: فائینانس معاشیات کا ایک جزء ہے، ہر قوم اسے اسی حیثیت سے جانتی ہے، اور ہر یونیورسٹی میں اس کی تعلیم اسی حیثیت سے ہوتی ہے، اور اتنی بدیہی حقیقت ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

اگر آپ اسلامک فائینانس پر تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو آپ اس سوال سے آغاز کریں کہ اسلامک فائینانس کس معاشیات کا حصہ ہے، اگر اسلامک فائینانس مشرق ومغرب کے کسی غیر اسلامی معاشی نظام کا حصہ ہے تو وہ اسلامی کیوں کر ہوسکتا ہے؟ ابھی تک کوئی اسلامی معاشی نظام وجود میں نہیں آیا ہے، مشرق وسطی میں پٹرو ڈالر نے کچھ لوگوں کو اسلامک بینکنگ کی طرف متوجہ کیا، اور انہوں نے کسی معاشی نظام کے قیام کے بغیر اسلامک فائینانس قائم کردیا، اور جب تک یہ صورت حال رہے گی اسلامک فائینانس اسلام کے معارض اور دشمن معاشی نظاموں کا غلام رہے گا، اس طرح کے کسی فائینانس کو اسلامی کہنا صرف دھوکہ ہے۔

دوسرا نقطہ: مغرب کا موجودہ معاشی نظام سرمایہ داروں کے مفادات کا پاسبان ہے، جبکہ اسلام میں ترجیح فقراء کے حقوق ومفادات کی ہے، فقہ اسلامی کے بہت سے مباحث صرف غریبوں کی رعایت میں وجود میں آئے ہیں، آپ کو تحقیق کرنا ہوگی کہ موجودہ اسلامک فائینانس سرمایہ داروں کے مفاد کو ترجیح دیتا ہے یا غریبوں کے مفاد کو؟ کیا پاکستان اور بنگلہ دیش کے کسی غریب علاقہ میں بھی کوئی اسلامک بینک موجود ہے؟

تیسرا نقطہ: مغرب کا معاشی نظام انسانوں کے لئے ہے، مسلمان بالعموم یہ سوچتے ہیں کہ چونکہ ہم انسان ہیں، اس لئے ہم بھی اس نظام سے اسی طرح مستفید ہوسکتے ہیں، اور ہم انسانی علوم کی اصطلاح سے دھوکہ کھا جاتے ہیں، یاد رکھیں کہ مغرب میں انسان کا مفہوم الگ ہے اور اسلام میں انسان کا مفہوم الگ ہے، دونوں انسانوں میں اس سے زیادہ فرق ہے جو فرق بکری اور خنزیر کے درمیان ہے، آپ مغرب کے انسانی علوم کو آسانی سے اسلامی نہیں بنا سکتے۔ **بقیہ صفحہ ۲۲ پر......**

تاریخ قرآن

تدوین قرآن کریم کے مراحل-ایک جائزہ

مولانا محمد رفعت ندوی

قرآن، مذہب اسلام کی ایک مقدس وعظیم کتاب ہے، یہ کتاب ہدایت ''ہدیٰ للناس ہے'' منزل من اللہ ہے، لا ریب فیہ کا واضح اعلان اور شک کرنے والوں کے لئے کھلا چیلنج بھی ہے، قرآن میں ترمیم اور تخفیف اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، تو اللہ غیب سے اس کی حقانیت وحفاظت کی سبیل پیدا فرما دیتا ہے، مختلف عہود وعصور میں اللہ نے یہ کام کر دکھایا، آج پھر مختلف بلاد وممالک میں قرآن کے حوالے سے ناپاک عزم کیا جارہا ہے، مگر ان کے لیے قرآن میں خرد برد کرنے میں کامیابی کی راہ بالکل مسدود نظر آتی ہے، چوں کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود اللہ نے لی ہے، ہم خوش نصیب ہیں کہ اللہ رب العزت نے اس کا امین و پاسباں ہمیں بنایا ہے، ہم نے اس کو سینہ میں اتارا، دماغ میں بسایا، جب کہ اسے اللہ رب العزت نے دیگر چیزوں پر پیش کیا تو اس نے اس بارگراں کے اٹھانے سے انکار کردیا، قرآن گواہ ہے:

انا عرضنا الامانة على السمٰوات...... لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعا......

(۱) آسماں بار امانت نہ توانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدن (۲)

ایک اردو کا شاعر اس کی یوں ترجمانی کرتا ہے:

زمیں بھی عاجز رہی جس سے، فلک بھی جس کو اٹھا نہ پایا
جنون ذوق طلب سلامت، وہ بار میں نے اٹھا لیا

قرآن وہ نسخۂ کیمیا ہے جس نے مِس خام کو کندن بنایا اور قوموں کو حیاتِ نو بخشی، یہ قوت وصفت اللہ رب العزت نے اس میں رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے رکھ دی ہے، اس کی تاثیر سراپا ہدایت ہے، اس میں شک وتذبذب کی گنجائش نہ اس زمانے میں تھی نہ اب ہے، اللہ نے اس کو ہر طرح سے محفوظ رکھا ہے، مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ -رقم طراز ہیں، ''قرآن مجید کے متعلق یہ امر مسلم ہے کہ وہ پوری طرح محفوظ ہے۔'' (۳) اب حاملین قرآن بھی اللہ کے امن وامان میں ہیں، یہ ہمارا کامل ایمان ویقین ہونا چاہئے، لوگوں پر ذمہ داری ہے کہ اسے من وعن اپنی نسلوں میں پہنچائیں، جس طرح امتوں نے اپنے اپنے صحیفوں کی اپنے اپنے اعتبار سے حفاظت کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ تحریف وتغیر سے بچ نہ سکی، لہذا آج بھی ادیان اخریٰ کی تحریف شدہ ایڈیشن صحیفۂ آسمانی موجود ہے، بقول علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں متعدد قومیں ہیں جن کے پاس حسب ادعا وزعم کتب الٰہی محفوظ ہیں۔ (۴) لیکن قرآن کا حال اس سے الگ ہے، بلا ریب اس قرآن کی حفاظت کے لئے اللہ نے ضروری اہتمام کیا ہے، ''خیر من الف شھر'' مقام، ''بلد امین'' منزل بہ، امین، منزل منہ، امین اور منزل الیہ، امین ان صفات کا انتخاب فرمایا۔

آیئے! ذرا اس کی ترتیب وتدوین میں اہتمام کا جائزہ لیتے ہیں، جس سے اصحاب واکابر کی قرآن کے بارے میں

غایت درجے کی احتیاط معلوم ہو سکے۔

تدوین قرآن:

عربی لفظ ''دون'' سے تدوین بطور مصدر استعمال ہوا، جس کے معنی ہیں: ترتیب دینا، تدوین قرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن اس مقدس کتاب کے لیے وصف کے طور پر استعمال ہوا اور بعد میں اس نے نام کی حیثیت حاصل کر لی، مفہوم عام کلمات الٰہیہ کو بالترتیب عین منشائے رب کے مطابق تحریری صورت میں بین الدفتین یکجا وجمع کرنا ''تدوین قرآن'' کہلاتا ہے۔(۵)

تدوین قرآن کی ابتدا:

تدوین وتبویب قرآن کریم کے مختلف مراحل ہیں، امام حاکم اپنی مستدرک میں تحریر فرماتے ہیں:

ان جمع القرآن لم یکن مرة واحدة فقد جمع بعضه بحضرة رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم ثم جمع بعضه بحضرة ابی بکر الصدیق، و الجمع الثالث هو فی ترتیب السورة، کان فی خلافة امیر المؤ منین عثمان بن عفان رضی الله عنه (٦)

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی حفاظت و کتابت تین مرتبہ ہوئی، جیسا کہ علامہ زرقانی قرآن کی کتابت جو دراصل حفاظت کی نوع ہی ہے، نام لے کر لکھتے ہیں۔

کتابته حدث فی الصدر الاول ثلاث مرات: الاول فی عهد النبی صلی الله علیه و آله وسلم- الثانیه فی خلافة ابی بکر- الثالثه علی عهد عثمان غنی رضی الله عنه(٧)

صدر اول میں قرآن کریم کی حفاظت کا کام تین مرتبہ پیش آیا، پہلی بار عہد نبوی میں اور دوسری بار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اور تیسری بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں۔

تدوین قرآن عهد رسالت میں:

اگر قرآن کی تبویب کا جائزہ لیتے ہوئے عہد نبوی پر طائرانہ نظر ڈالیں تو اس کی جھلکیاں وہاں بھی نظر آتی ہیں، جب قرآن کی حفاظت کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدشہ ہوتا تھا کہ مبادا قرآن کریم کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے، تو خود اس کی تسلی باری تعالی نے دی کہ: سنقرئك فلا تنسی (۸) اور ان علینا جمعه و قرآنه......البیانه (۹) مولانا حمید الدین فراہی رقم طراز ہیں کہ قرآن کریم کی ترتیب و تدوین حکم الٰہی سے عہد رسالت میں ہوئی، اور اللہ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ کبھی اجمالاً اور کبھی تفصیلاً متعدد آیات میں فرمایا ہے، وانه لکتاب عزیز لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه، انانحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون (۱۰) ایک تو یہ کتاب ہے جو ابھی سنائی جا رہی ہے، گویا خوشخبری ہے کہ اس کی شکل ایک کتاب کی سی ہوگی، اس کے سارے احکام میرے ہیں جس میں کسی قسم کا ردوبدل کبھی نہ کیا جا سکے گا، سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں؟ یقیناً یہ اس لیے کہ اس ذکر (کتاب) کے ہم ہی حافظ ونگہبان ہیں- تمت کلمة ربك صدقا وعدلا -قرآن کی حفاظت کے لئے من جانب اللہ مکمل انصرام ہوا ہے، اس کی جمع وتبویب کا کام بھی زمانہ نبوت میں پایہ تکمیل کو پہنچا، یہاں تک کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقول علامہ سیوطی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پورا قرآن بالترتیب رمضان المبارک کے مہینے میں سناتے تھے، اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل کے ساتھ دور کیا۔(۱۱) دور رسالت میں قرآن کے لکھنے کا سلسلہ تھا، کاتبین وحی کی تعداد چالیس تک شمار

کی گئی ہے،کوئی وحی آتی تو آپ اسے لکھواتے تھے،اللہ رب العزت نے آسمانی دیگر صحیفوں پر قرآن کو امتیاز یوں عطا فرمایا کہ اس کی حفاظت سینوں میں کرائی ہے،حدیث قدسی میں اللہ فرماتا ہے-و منزل علیك كتابا لا يغسله الماء(۱۲)

عہد نبوی میں قرآن اشیائے متفرقہ میں لکھا ہوا تھا، بقول علاءالدین علیؒ:انما القرآن كان على هذا التاليف و جمع فى زمن الرسول و انما ترك جمعه فى مصحف و احد(۱۳) عہد رسالت میں کتابت کے ساتھ جمع وترتیب کا کام ہوا،حضرت عثمان غنیؓ راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتب وحی کو ہدایت فرماتے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے،یادرہے کہ حضرت عثمانؓ خود بھی ایک کاتب وحی ہیں،میرا خیال ہے کہ اس طرح حفاظت کا بھرپور انتظام کیا گیا،(۱۴)

عهد صدیقی میں قرآن کی تدوین:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں ارتداد کی مسموم ہوا چلی،ڈھکے چھپے انداز میں بغاوت کرنے والے اور جھوٹے نبوت کے دعویدار کھل کر میدان میں آ گئے،باغیوں اور سرکشوں کا قلع قمع کرنا ایسے میں امر لازم تھا،امام المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے "اینقص الدین وانا حی" کا تاریخ ساز جملہ کہا،اس کا نعرہ لگا کر حرارت ایمانی کا لازوال ثبوت دیا،قرآن کے خلاف آواز بلند کرنے والوں کی اس وقت سے موجودہ وقت تک اسی طرح پرزور مخالفت کی جاتی رہی، یہ سنت صدیقی تا قیامت زندہ رہے گی،حضرت ابوبکر کے ساتھ صحابہ کرام میدان جہاد میں کود پڑے،اس میں بہت سے حفاظ صحابۂ کرام شہید ہو گئے،حضرت عمر فاروقؓ نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر قرآن مجید کے تحفظ پر حکومت نے توجہ نہ کی تو پھر قرآن کے لئے بھی وہی دشواری پیش آئے گی جو پرانے انبیا کی کتابوں کے سلسلے میں پیش آئی تھی-(۱۵)با تفاق مؤرخین ایمائے عمرؓ پر حضرت ابوبکرؓ نے شہر میں منادی کرادی، علامہ ابن حجر عسقلانی،رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قام عمرؓ،فقال من كان تلقى من رسول الله شيئا من القرآن الكريم،فليات به و كانو ا يكتبون ذالك فى الصحف و الا لواح والعسب قال و كان لا يقبل من احد شيئا حتى يشهد شاهدان(۱۶)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین محفوظ چیزیں لے لے کر آئے اور حفاظت کے لئے حضرت زید بن ثابت کی سرکردگی میں مصحف تیار کروایا،مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی اپنی کتاب علوم قرآن میں لکھتے ہیں،عبارت ملاحظہ ہو:

حضرت زید بن ثابت نے اس زبردست احتیاط کے ساتھ آیات قرآن کو جمع کر کے انہیں کاغذ کے صحیفوں پر مرتب شکل میں تحریر فرمایا،لیکن ہر سورۃ علاحدہ علاحدہ صحیفے میں لکھی گئی،اس لئے یہ نسخہ بہت سے صحیفوں میں مشتمل تھا،(۱۷)

ماضی قریب کے معروف محقق اور عالم ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب ''خطبات بہاولپور'' کی عبارت اسی ضمن میں پڑھتے جایئے،وہ لکھتے ہیں کہ جس کمال احتیاط سے قرآن مجید کی تدوین عمل میں آئی اس کا مقابلہ تاریخ عالم کی دینی کتابوں میں سے کوئی کتاب نہیں کرسکتی۔(۱۸)

حضرت ابوبکر پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے قرآن مجید کی ترتیب وتبویب کو یکجا کیا،حضرت علیؓ نے فرمایا،اعظم الناس فى المصاحف اجراً ابو بكر رحمة الله على ابى بكر هو اول من جمع كتاب الله(۱۹)

عهد عثمانی میں قرآن پر اجماع:

قرآن ایک جگہ جمع ہوا، پھر خلیفۂ ثالث حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا، ہر چہار جانب اسلام کا غلغلہ بلند تھا، حضرت عمرؓ کی وفات کے حادثۂ فاجعہ کے بعد حضرت عثمان خلیفہ منتخب ہوئے، کچھ بد باطن جن کا ضمیر روشن نہ ہوا تھا، وہ اسلام و قرآن کو نشانہ بنانا چاہتے تھے، خیر القرون میں اہل اسلام کی مضبوط صفیں تھیں، ان کا ہر روز نیا قدم تازہ ایمان کے ساتھ اٹھتا تھا، بلاد وشہور اور مدن وقریٰ ایک جھنڈے تلے جمع ہوتے، قرآن کریم کی تعلیم کے لئے صحابہ مأمور تھے، ابھی قرن اول ہی ہے کہ قرأت کے اختلافات شروع ہوئے، سنگین غلطی کا خطرہ پیدا ہو گیا، حضرت عثمانؓ اس الجھن کے حل کی جستجو میں تھے، یک بیک اس عظیم کارنامے کے لئے حضرت عثمانؓ آمادہ ہو گئے، تاریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ خلافت عثمانی میں جنگ آرمینیا پیش آئی، مسلمانوں میں باہم اختلاف قرأت کی جھڑپ ہوئی،، وہاں پر مسلمانوں میں اسی مسئلہ پر بڑا تنازع پیدا ہو گیا، علامہ شمس الحق افغانی تحریر کرتے ہے کہ خود مدینہ میں معلموں اور متعلموں میں اختلاف قرأت کا فتنہ پیدا ہونے لگا، (۲۰) حضرت عثمان غنیؓ نے خطبہ دیا، انتم عندی تختلفون فمن نأی من الامصار اشد اختلافا (۲۱)

جنگ سے واپسی کے بعد کمانڈر ان چیف حذیفہ بن یمانؓ سیدھے خلیفہ کے پاس پہنچے، پیش آمد واقعہ سے روشناس کرایا، تو فوراً آپؓ نے اس طرف دھیان دیا اور عہد صدیقی کا تیار شدہ نسخۂ قرآن منگوا کر ایک قرأت پر جمع کیا، پھر کئی نسخے تیار کروا کر مختلف شہروں میں بھجوا دیئے جو فی الوقت رائج ہیں، وفی هذه المرة الأخيرة وحدها نسخت المصاحف و أُرسلت الى الآفاق (۲۲)

ازمنہ ثلاثہ میں قرآن کریم کی تدوین کے مقاصد:

المختصر یہ کہ عہد نبوی میں جمع قرآن کا مقصد قرآن کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنا تھا، اس لئے قرآن کو مختلف اشیا پر تحریر کیا گیا، عہد صدیقی میں جمع قرآن سے یہ مقصد تھا کہ قرآن کو یکجا کتابی صورت میں جمع کیا جائے، تاکہ متفرق قطعات میں سے کسی قطعہ کے ضائع ہونے کا خطرہ باقی نہ رہے، عہد عثمانی میں جمع قرآن کا مقصد قرآن کو اختلاف تلفظ وغیرہ سے محفوظ رکھنا تھا تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو، یقیناً اس کے کسی بھی طرح سے ضیاع قرآن کا خطرہ دل سے نکل گیا، مصاحف عثمانی کی نقول وسیع پیمانے پر شائع کرائی گئیں، جن کی آج تک ہر طریقے پر اتباع کی جاتی ہے (۲۳)

حواشی:

(۱) قرآن کریم (۲) آسماں بار امانت نہ تو انند نہ کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدن (۳) نظام القرآن ص۲۱۲ (۴) علوم فی القرآن تحقیقی مقالات ،ص ۳۳۴ (۵) دیباچہ، علوم فی القرآن (۶) المستدرک للحاکم ص ۲۲۹ (۷) مناہل العرفان ص ۱۳۸ ج ۱ (۸) قرآن (۹) ایضا (۱۰) نظام القرآن ص ۲۱۳ (۱۱) الاتقان ص ۲۵۰ (۱۲) صحیح مسلم (۱۳) تفسیر خازن ص ۵۷ (۱۴) فتح الباری ص ۱۸ ج ۹ (۱۵) خطبات بہاول پور ص ۳۲ (۱۶) فتح الباری ص ۱۲۴ ج۱ (۱۷) علوم القرآن (۱۸) خطبات بہاول پور ص ۳۴ (۱۹) مناہل العرفان ص ۲۵۰ ج۱ (۲۰) علوم القرآن (۲۱) الاتقان ص ۵۹ ج۱ (۲۲) ایضا ص ۱۳۸ ج۱ (۲۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں جمع قرآن ص ۶۷ تا ۷۵ اور تاریخ قرآن۔

☆بشکریہ ندائے اعتدال اپریل تا جولائی ۲۰۲۱ء☆

دعوت اصلاح

کامیابی کے چند اصول

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۱۱/ مارچ ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز احیاء الفکر الاسلامی کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا، قارئین کے استفادہ کے لئے یہاں شائع کیا جارہا ہے۔

کامیاب زندگی کیسے بنائیں؟

میرے محترم دینی بھائیو! آج ہم اس موضوع پر گفتگو کریں گے کہ ہماری زندگی کامیاب کیسے بن جائے، مادی طور پر ہم کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ہماری زندگی کامیاب ہوجائے ہمارے بچے پڑھ لیں اور یہ کامیاب ہو جائیں، ہمارے بچے کچھ کام سیکھ لیں، انکا گزارا ہوجائے، ہم کاروبار کرلیں، تاکہ ہمارا اور ان کا گزارا ہوجائے، الغرض پوری زندگی صحیح سے گزر جاوے اور ہم کامیاب ہوجاویں، کامیابی مقصد ہوتا ہے، اس کیلئے ہم کوشش کرتے ہیں، دنیا میں جو جس مشن کا، جو جس لائن کا ہے اسی لائن سے، اسی حساب سے اپنی اور اپنے خاندان والوں کی، اپنی اولاد کی پرورش کی فکر کرتا ہے، ان کے اچھے ماحول کی، ان کی اچھی زندگی گزارنے کی فکر کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے قرآن حکیم کے اندر سورۃ المومنون کی ابتدائی چند آیات میں کامیاب مومنین کی صفات بیان کی ہیں، ان آیات میں اللہ تعالی نے بتلایا کہ کون کون مسلمان کامیاب ہیں اور کس کس کام کے ذریعہ سے کامیاب ہوسکتے ہیں۔

اہل دنیا کی کامیابی کا معیار

ہم نے اپنے حساب سے دنیا میں کامیابی کے کچھ معیار مقرر کررکھے ہیں، ہمارا مکان اچھا، تو ہم کامیاب، ہمارے پاس بینک بیلنس ہے تو ہم کامیاب، ہمیں دونوں وقت روٹی مل رہی ہے تو ہم کامیاب، ہماری کھیتی باڑی اچھی ہے تو ہم کامیاب، ہمارے پاس چالیس پچاس بیگہ زمین ہے تو ہم کامیاب، ہماری بازار میں اچھی دوکان ہے تو ہم کامیاب، ہمارے ابا بزنس کرتے ہیں تو ہم کامیاب، ہمارے ابا کو فلاں جگہ سے تنخواہ ملتی ہے تو ہم کامیاب، ہمارے بیٹے کی اچھی جوب (Job) ہے تو ہم کامیاب، یہ ہماری دنیاوی سوچ اور کامیابی کا معیار ہے۔

قرآن کریم میں کامیابی کے آٹھ اصول

لیکن اللہ نے قرآن حکیم میں بیان کیا ہے کہ کون سے مومن کامیاب ہیں، اللہ نے کامیابی کی اصلاً چھ چیزیں بیان کی ہیں لیکن جزوی طور پر دو چیزیں اور ہیں، اس طرح کل آٹھ ہوجاتی ہیں، جو مسلمان ان آٹھ چیزوں کو کرتے ہیں، وہ کامیاب ہیں، اور وہ ایسے کامیاب ہیں کہ ان کے لیے جنت الفردوس کی خوشخبری ہے، ان کو جنت الفردوس ملے گی، اور ایسی ملے گی جو بیس سال کے لیے نہیں، ساٹھ سال کے لیے نہیں بلکہ ”خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً“ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

نماز میں خشوع وخضوع

پہلا اصول تو اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ ”قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ“ (۱) سورۃ مومنون آیت ۱/۲) وہ مومن کامیاب ہیں، جو اپنی نماز کے اندر خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں، خشوع اور خضوع کا مطلب

یہ ہے کہ ہم سکون کے ساتھ کھڑے رہیں، ہم نماز پڑھتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟ کہیں کھجلی ہوئی تو ہم کھجلانے لگتے ہیں، خشوع کا مطلب یہ ہے کہ ہم کھڑے ہوں، اور قرأت کررہے ہوں، تو ہمیں مچھر کاٹے، کوئی بھی ایسی چیز کاٹے، یا کہیں کھجلی لگے، تو ہمارے خشوع میں فرق نہ پڑے، اس کی مثال اس طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ جب ہم مجرم ہوتے ہیں، اور بڑے افسر کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، یا ابا ڈنڈا لئے کھڑے ہوں، اور ہم سامنے کھڑے ہوں، یا استاذ بڑا ساڈنڈا لیے ہوئے ہو اور ہم سامنے کھڑے ہوں، تو اس وقت کی حالت کیا ہوتی ہے؟ یا پولیس والا سامنے کھڑا ہو، اور اس کے ہاتھ میں بڑا ساڈنڈا ہو، تو ہم اس کے سامنے کیسے کھڑے ہوتے ہیں، اس وقت ہماری کیا کیفیت ہوتی ہے، بس یہی خشوع ہے، ذرا بھی ہم حرکت نہیں کرتے، ہمارا کپڑا نہیں ہلتا، خشوع کا مطلب یہ ہے کہ ہم اتنے بڑے احکم الحاکمین کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، اس کے دربار میں کھڑے ہوئے ہیں، تو ذرا بھی جنبش نہیں ہونی چاہئے، اگر اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر کان میں کھجلا رہے ہیں، ناک میں انگلی ڈال رہے ہیں، بار بار منہ پر، پیشانی پر، بغل میں کھجلا رہے ہیں، کپڑے بھی ٹھیک کررہے ہیں، تو یہ خشوع کیخلاف ہے، خشوع یہ ہے کہ ابا کے سامنے کھڑے ہیں، اور ابا نے بڑا ساڈنڈا لے رکھا ہے، یا استاذ کے سامنے ہیں اور استاذ صاحب نے ڈنڈا لے رکھا ہے، اس وقت کیسا خشوع ہوسکتا ہے، یا بڑے مجرم ہیں اور پولیس یا افسر کے سامنے کھڑے ہیں کہ ابھی تلوار لگے گی، ابھی ڈنڈا لگے گا، تو کتنا خشوع انسان کے اندر ہوگا، تو ہم تصور کریں کہ وہ کتنا بڑا احکم الحاکمین ہے، سارے بادشاہوں کا بادشاہ، سارے مالکوں کا مالک، سب کا پیدا کرنے والا، اس کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، تو جیسے ہم بچے ہوکر استاذ یا باپ کے سامنے کھڑے ہیں، یا مجرم ہوکر پولیس افسر کے سامنے کھڑے ہیں، تو یہ سمجھیں کہ یہ خشوع ہے، بس اسی طرح ہم نماز میں اللہ رب العزت کے سامنے کھڑے ہوں ''خاشعون'' کا مطلب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ایک صحابی ہیں) وہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں ''ساکنون'' یعنی ایسے کھڑے ہوں، جیسے خشک لکڑی رہتی ہے، اس لکڑی کی طرح جو کھڑی ہو اور اس پر پرندہ آکر بیٹھ جائے اور وہ یہ سمجھے کہ یہ لکڑی ہے، اتنا خشوع ہمارے اندر ہونا چاہئے۔

صحابہ کرام کا خشوع

صحابہ کرام کے متعلق آتا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، اور دشمن تیر چلارہا ہے، ادھر بھی تیر لگ رہا ہے، ادھر بھی تیر لگ رہا ہے، مگر ان کی نماز میں کچھ فرق نہیں پڑتا تھا؛ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ذراسا مچھر کاٹ لے تو کھجلاتے کھجلاتے زبان سے بھی آہ نکل جاتی ہے، اگر چیونٹی آجائے یا مینڈک آجائے تو کود کر بھاگیں گے، یہ کیسا خشوع ہے؟ اور وہاں صحابہ کرام کو تیر لگ رہے ہیں، مگر ان کی نماز میں کچھ فرق نہیں آرہا ہے، یہاں تک کہ بیہوش ہوکر گر پڑے، مگر ان کی طرف سے کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ وہ ہٹ جائیں، اتنا ان کے اندر خشوع تھا، اگر اتنا ہمارے اندر نہیں ہے تو کم سے کم اپنی ناک، سر، پیر، کپڑے ان چیزوں میں احتیاط کرلیں تو اتنا ہی ہمارے لئے کافی ہے، مگر یہ خشوع ہونا چاہئے، تبھی تو اللہ تعالی کامیابی کی ڈگری دے رہا ہے، اس لیے شرط لگادی کہ اس طرح کی نماز ہونی چاہئے، جس میں اس طرح کا خشوع وخضوع ہو کہ ذرا بھی حرکت

نہ ہو، جو اپنی نمازوں کے اندر اس طرح کا خشوع اور خضوع اختیار کرتے ہیں، کچھ بھی ہو جاوے مگر نماز کے اندر ذرا بھی حرکت نہ ہو، ہمارا دھیان نماز کے اندر ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہو تو کامیاب ہیں، مگر ہوتا کیا ہے کہ ذرا سا کچھ ہوا، دھیان فوراً بدل جاتا ہے، چاہے وہ آواز کے اعتبار سے ہو، یا نماز کی حالت میں کوئی جانور ہمارے سامنے آ جاوے، تو کیفیت بالکل بدل جاتی ہے، تو اللہ تعالی کو ایسی کیفیت مطلوب نہیں ہے، اللہ تعالی تو دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کتنا خشوع وخضوع اختیار کرتے ہو، کچھ بھی ہو جاوے مگر تم اپنی جگہ سے مت ہٹو، تو اس طرح کی نماز اللہ کو چاہئے، اللہ تعالی ہمیں توفیق دے کہ ہم اس طرح کی نماز پڑھیں، تاکہ ہمارے لیے جنت کا سرٹیفکیٹ جاری ہو جائے۔

پہلی چیز تو ہوئی کہ "اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ" کہ ایسے مومن کامیاب ہیں، جو اپنی نماز کے اندر خشوع اختیار کرتے ہیں۔

فضولیات سے اعراض

اللہ تعالی دوسری صفت بیان فرماتے ہیں "وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ" دوسرا مومن جو کامیاب ہونے والا ہے، یہ وہ شخص ہے جو لغو، بیکار اور فضولیات کی چیزوں سے بچتا ہے، ایسے مومن جو خرافات میں نہیں پڑتے، ایسے مومن جو فضولیات میں نہیں پڑتے، نہ کہیں غیبت میں مبتلا ہوتے ہیں، نہ ہی کہیں بکواس ہو رہی ہے، اس میں مبتلا ہوتے ہیں، بیٹھکوں میں بیٹھ کر، مجلسوں میں بیٹھ کر، اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتے ہیں، بلکہ اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں اور اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرتے ہیں، جتنے بھی لغو کام ہیں، جتنے بھی فضولیات کے کام ہیں، جتنے بھی بیکار کام ہیں سب سے بچتے ہیں، سب سے احتراز کرتے ہیں، جو مومن ایسے نہیں بلکہ بازار میں، فضولیات میں، خرافات میں مبتلا رہتے ہیں، ایسے مومن اللہ کو مطلوب نہیں، ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کام ضروری ہے اور یہ کام غیر ضروری، اللہ تعالی نے ہر انسان کو عقل دی ہے، دماغ دیا ہے، فوراً فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ کام صحیح ہے، یہ کام غلط ہے، یہ کام فائدے کا ہے، یہ کام فائدے کا نہیں، یہ کام بیکار ہے، اس کی عقل اس کو بتلا دیتی ہے، یہ اس کے ذہن میں فوراً آ جاتا ہے، یہ کام اچھا ہے یا برا ہے، جو اچھے کام کو اختیار کرتا ہے اور برے کام سے پرہیز کرتا ہے تو ایسا مسلمان، ایسا انسان اللہ تعالی کو مطلوب ہے۔

اب ہم دیکھیں اپنی زندگی کے اندر کہ ہم صبح سے شام تک کتنے بیکار کام کرتے ہیں، پتہ ہی نہیں لگتا، کہیں جا رہے تھے راستہ میں جھوٹ بول دیا، کہیں بکواس ہو رہی تھی اس میں شریک ہو گئے، یہ بیکار کے کام ہیں، ورنہ اللہ نے کہا کہ تم اپنے وقت کو صحیح کام میں لگاؤ، عبادت میں لگاؤ، بزنس میں لگاؤ، کاروبار میں لگاؤ، صحیح جگہ پر لگاؤ، تمہارا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے تھوڑی سی زندگی دی ہے، اس میں امتحان بھی ہونا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو عمر دی ہے اللہ نے، اس کا بھی سوال ہوگا کہ ہم نے تمہیں اتنی عمر دی تھی، کہاں گنوائی؟ ایک ایک منٹ کا حساب ہوگا، ہم مزدور سے کام کراتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ بھائی تمہیں آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دینی پڑے گی، تبھی تمہیں مزدوری ملے گی، بلکہ اس کو کبھی سمجھاتے ہیں، کہ تو ایک بجے گیا اور سوا دو بجے آ رہا ہے، اس کا حساب کرتے ہیں، چار سو روپئے اس کو دیتے ہیں، تو ہم اس کا حساب کر رہے ہیں، جب ہم کھرے کھرے تمہیں چار سو

روپیہ دے رہے ہیں، تو تم نوکری اور کام میں کمی کیوں کر رہے ہو، پندرہ منٹ لیٹ آئے، آدھا گھنٹہ لیٹ آئے، یہ سب باتیں ہم اپنی زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں، ہم مزدور کو کھیت میں کام پر لگاتے ہیں، تو اس کا حساب لیتے ہیں، تو اللہ نے ہمیں وقت دیا ہے، تو کیا وہ ہمیں یوں ہی چھوڑ دے گا، اللہ نے جو پچاس ساٹھ سال کی زندگی دی ہے، تو کیا وہ ایسے ہی چھوڑ دے گا، اللہ تبارک وتعالی قادر ہیں، اس کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، مگر اس کی ایک سنت ہے، ایک قانون ہے، ہمارے ایک ایک لمحہ کا حساب ہوگا، ایک ایک منٹ کا حساب ہوگا، کہاں ہم نے وقت گنوایا، کہاں خرچ کیا، اچھی مجلسوں میں خرچ کیا ہے، اچھی باتوں میں خرچ کیا ہے، یا دنیوی بیکار باتوں میں خرچ کیا ہے، یہ ہمیں سوچنا ہے اور اس پر غور کرنا ہے کہ یہ وقت اللہ کی طرف سے ہمیں امانت کے طور پر ملا ہے، ہمارا ذاتی وقت نہیں ہے، اللہ نے وقت دیا اور اس کو بتلایا بھی ہے کہ کہاں کہاں خرچ کرنا ہے، اگر ہم اس کو بیکار جگہوں میں خرچ کریں گے، تو اس کا حساب دینا پڑے گا، اس لیے دوستوں قرآن پاک میں اللہ فرما رہا ہے کہ دوسرا مؤمن وہ کامیاب ہے، جو بیکار باتوں سے، خرافات سے، فضولیات سے، بیکار مجلسوں سے بچتا رہے، زندگی کے ہر شعبہ میں، زندگی کے ہر ماحول میں، بازار میں، تنہائی میں، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، انفرادی زندگی میں ہو یا اجتماعی زندگی میں، بال بچوں میں ہو یا اور کہیں، اس کو اپنی زندگی کو صحیح صحیح خرچ کرنا ہے، اور اپنی زبان کو سنبھالنا ہے، کہیں ہماری زبان سے کچھ غلط تو نہیں نکل رہا ہے۔

زبان کی حفاظت کے سلسلہ میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ "مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ" (سورۂ قاف آیت ۱۸) انسان کی زبان سے جو بھی نکلتا ہے، فرشتہ متعین ہے، فوراً اس کو لکھ لیتا ہے اور ریکارڈ کر لیتا ہے، اور قیامت کے دن وہی سی ڈی، وہی کیسٹ اس کے سامنے آجائے گی، یہ سب چیزیں اللہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں، اس لیے ہمیں سوچ سمجھ کر زبان کو کھولنا چاہئے، سوچ سوچ کر اپنے ہاتھوں کا استعمال کرنا ہے، سوچ سمجھ کر اپنی عقل کو، اپنے دماغ کو استعمال کرنا چاہئے، خرافات کے کاموں میں استعمال کیا، تخریبی کاموں میں استعمال کیا، یا تعمیری کاموں میں استعمال کیا، ان سب کا حساب ہوگا، کہاں خرافات میں استعمال کیا تھا، اور کہاں صحیح جگہ میں استعمال کیا تھا، سب کا حساب ہوگا، عقل کو تم نے کہاں دوڑایا، غلط کام کو سوچا تھا یا اچھے کاموں کی سوچ کی تھی "اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا" (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۶) تو کان، آنکھ اور دل کو سوچ سمجھ کر استعمال کرنا ہے، ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا، تو میرے دوستوں اللہ فرماتا ہے: "وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ" جتنے بھی غلط کام ہیں، جتنے بھی خرافات کے کام ہیں، ان سب سے اعراض کرنے والا ہو، بچنے والا ہو۔

زکوۃ دینے والے مؤمن کامیاب ہیں

تیسری صفت اور کامیابی کا تیسرا اصول اللہ تعالی بیان فرماتے ہیں "وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُوْنَ"، تیسری صفت کے مؤمن جن کو اللہ نے کامیابی کا سرٹیفکیٹ دیا ہے، وہ مومن ہیں جو زکوۃ دیتے ہیں، مال دیا ہے اللہ تبارک وتعالی نے، اس کی زکوۃ ادا کرتے ہیں، اس کا ڈھائی فیصد غریبوں کو، فقراء کو، محتاجوں کو، مدرسہ والوں کو، یا جہاں بھی زکوۃ خرچ ہو سکتی ہے، وہاں پر اس کو دیتے ہیں، جہاں بھی زکوۃ کا مصرف ہے،

آپ کے دوستوں میں کوئی غریب ہے، اس کو دیا جائے، آپ کے اہل تعلق میں کوئی غریب ہے، اس کو دی جاوے، جو بھی محتاج انسان ہو اس کو دی جاوئے، بلکہ قرآن کریم میں جو زکوۃ کے آٹھ مصرف بیان کئے گئے ہیں ان میں سے کسی مصرف میں خرچ کی جائے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: "إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ" (سورۂ توبہ آیت ۶۰)

''زکوۃ جو ہے سو وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوۃ کے کام پر جانیوالوں کا اور جن کا دل پرچانا منظور ہے، اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافروں کو، ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا''۔

زکوۃ ادا کرنے سے مال صاف ہو جاتا ہے، زکوۃ کے ادا کرنے سے مال کے اندر جو گندگی ہوتی ہے، وہ صاف ہو جاتی ہے، اور اگر زکوۃ نہ دی جاوئے تو مال گندہ رہتا ہے، اگر آپ اپنے مال کی زکوۃ صحیح طریقہ سے ادا کرتے ہیں، تو آپ کے مال کو کوئی گزند، کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، آپ کے مال کو کوئی چوری نہیں کرسکتا، آپ کے مال کو کوئی چھین نہیں سکتا اور اگر آپ زکوۃ میں گڑبڑ کرتے ہیں، تو وہ سو تالوں کے اندر ہو، تو چوری ہونے سے کوئی اس کو بچا نہیں سکتا، ضائع ہونے سے کوئی بچا نہیں سکتا، اور اگر آپ صحیح صحیح زکوۃ ادا کرتے ہیں، تو اس مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، اگر ہزار روپیہ راستے میں گر جائے، تو اللہ تعالی تم تک ان کو کسی نہ کسی طریقہ سے پہنچائیں گے، اگر زکوۃ صحیح صحیح ادا ہوئی ہے، اگر زکوۃ میں گڑبڑ ہے، تو تم نے کتنی ہی حفاظت کی ہو، غریبوں کو بھی دیا ہے، محتاجوں کو بھی دیا ہے، مگر صحیح طریقہ سے زکوۃ ادا نہیں کی ہے، تو اس کی کوئی گارنٹی اللہ کے یہاں نہیں ہے، اس کے اندر میل کچیل ہے، تو اس کی گارنٹی اللہ کے یہاں نہیں ہے، میرے دوستو! جس کو اس چیز کا یقین ہو جاوئے کہ زکوۃ دے کر مال کی صفائی ہو جاتی ہے، مال کو فلٹر کر دیا جاتا ہے، جیسے پانی کو اس کی آلودگی ختم کرنے کے لیے فلٹر کیا جاتا ہے، اسی طریقہ سے مال کو فلٹر کرنے کے لیے زکوۃ ادا کی جاتی ہے، حدیث پاک میں ہے: "إِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِيْ أَمْوَالِهِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَاءِ هِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَاءِ هِمْ" (صحیح البخاری حدیث نمبر ۱۳۰۸/ کتاب الزکاۃ) اللہ تبارک وتعالی نے اس کے لیے قانون بنایا ہے کہ امت کے مالدار لوگوں سے زکوۃ وصول کی جائے اور امت کے محتاج لوگوں کو زکوۃ دی جائے۔

زکوۃ دینے والے انگریز کے مال کی حفاظت

ابھی ہندوستان کی آزادی سے پہلے کی بات ہے کہ بعض انگریز پڑھے لکھے، جنھوں نے قرآن پڑھ رکھا تھا، قرآن کا مطالعہ کر رکھا تھا، ان کو یقین تھا کہ جو مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دیں گے، ان کا مال ضائع نہیں ہوسکتا، بہٹ (ضلع سہارنپور) سے آگے پیلو ایک جگہ ہے، وہاں انگریزوں کی کوٹھیاں تھیں، وہ اپنے نوکروں کو کوٹھیوں میں چھوڑ کر جاتے تھے، ایک مرتبہ وہاں انگریزوں کی پوری کالونی میں آگ لگ گئی، تو ایک کوٹھی بیچ میں تھی، اس کا جو چپراسی چوکیدار تھا، اس نے سوچا کہ بھائی اب تو آگ لگ گئی، اور اب تو سب کوٹھیاں جل جائیں گی، تو وہ اپنے مالک کو اطلاع دینے کے لیے فوراً گھوڑے پر سوار ہوکر دلی کے راستہ پر چلا، دو چار دن کے اندر وہ دہلی پہنچ گیا، اور اس نے جا کر خبر دی کہ سر میں آیا ہوں، اس خبر کے ساتھ کہ پوری کوٹھی جل گئی، جیسے ہی آگ لگی تھی وہ نکل گیا تھا، اس کو یقین تھا کہ اب بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں،

ہوا بھی چل رہی ہے، اور ایسی آگ لگی تھی کہ اس کی کوٹھی کے بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا، اس لیے وہ پہلے ہی اطلاع دینے کے لیے چل دیا، تو اس نے کئی مرتبہ انگریز کو کہا کہ سر کوٹھی جل گئی، کئی مرتبہ کہنے کے بعد وہ متوجہ ہوا اور کہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، اس کو یقین تھا، اس کو معلوم تھا کہ میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دے رکھی ہے، اس لیے اس نے توجہ نہیں دی مشغول تھا، کچھ دفتری کام کر رہا تھا، پھر وہ چیخ کر بولا، سر آپ کو کیا ہو گیا ہے، اس نے کہا کہ دیکھ بھائی میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دے رکھی ہے، اوپر والا (اللہ تعالی) میرے مال کو ضائع نہیں کر سکتا، جا تو واپس جا، کیا خبر لے کر آیا ہے، میرا مال ضائع نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہی میری کوٹھی ضائع ہو سکتی ہے، میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دے رکھی ہے، وہ ہکا بکا رہ گیا، جاؤ تم جاؤ، کوئی میرے مال کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، وہ واپس آیا تو دیکھا کہ پوری کالونی جل چکی تھی، صرف اس کی کوٹھی باقی تھی، تو جب غیر مسلم کا بھی یہ یقین ہو جاوے اس قرآن پر، ان باتوں پر، تو اللہ تعالی اس کی حفاظت فرماتے ہیں، ہم مسلمان ہو کر اپنے مال کو صحیح طریقہ سے صاف نہیں کرتے ہیں، تو وہ ضائع ہو جاتا ہے، پھر ہم شکوہ کرتے ہیں، مگر انگریز کا یقین دیکھئے، اس نے کہا کہ میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر مال کی زکوۃ دے رکھی ہے، میرے مال کو، میری کوٹھی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے" وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکَاۃِ فَاعِلُوْنَ" جو زکوۃ دیتے ہیں، مال کی حفاظت، یہ تو دنیوی فائدہ ہوا، اور اللہ تعالی مرنے کے بعد جنت کا سرٹیفکیٹ دے رہا ہے، ایسے آدمی کی جنت پکی، یہ تو ایک مسئلہ ہوا مال کی زکوۃ کا۔

دل کا تزکیہ

زکوۃ دل کی صفائی کو بھی کہتے ہیں، کسی چیز کو صیقل کرتے ہیں، صاف کرتے ہیں، تو جو اپنے دماغوں، دلوں کو صیقل کرتے ہیں، جو اپنے دلوں کی صفائی کرتے ہیں گندگی سے، آلودگیوں سے، دنیا کی خرافات سے، دنیا کی خراب چیزوں سے، ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالی جنت کا سرٹیفکیٹ عطا کرتے ہیں، زکوۃ کا ایک مطلب اپنے مال کی صفائی اور ایک مطلب اپنے دل کی، اپنے اخلاق کی، اپنے کردار کی، اپنی زندگی کی صفائی "وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکَاۃِ فَاعِلُوْنَ" جو اپنے اخلاق کی صفائی کرتے ہیں، اپنے دل کا تزکیہ کرتے ہیں، صیقل کرتے ہیں، اللہ تعالی ان لوگوں کو بھی جنت کا سرٹیفکیٹ جاری کر رہے ہیں کہ ایسے مومن بھی کامیاب ہیں۔

دوستو! اپنے دل کی بھی صفائی کرنی ہے، جیسے مال کی صفائی ضروری ہے، ویسے ہی اپنے دل کی صفائی بھی ضروری ہے، دل کے اندر کسی قسم کی کوئی برائی نہ ہو، اپنے ساتھیوں سے، اپنے دوستوں سے، اپنے مسلمان بھائیوں سے، اپنے اہل تعلق سے، اپنے خاندان والوں سے، اپنے رشتہ داروں سے اور اپنے محلّہ، اپنے گاؤں، اپنے شہر کے لوگوں سے کسی قسم کی خرابی اور کدورت نہ ہو، دل کے اندر کسی کی غیبت نہ ہو، کسی کی چغل خوری نہ ہو، کسی پر بہتان نہ ہو اور کسی کے سلسلہ میں دل کے اندر غلط بات نہ ہو، ان سب چیزوں سے دل صاف ہو، تو ایسا دل بھی اللہ کو مطلوب ہے، ایسے دل والوں کے لیے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے لیے جنت پکی ہے، تو دل کی صفائی ضروری ہے "وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکَاۃِ فَاعِلُوْنَ" وہ لوگ جو مال کی زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اپنے دل کو صاف کرتے ہیں، تو یہ دو چیزیں ہیں، تیسری چیز میں اللہ تعالی نے دو چیزوں کا مفہوم بیان کیا ہے، ایک دل کی صفائی کا اور ایک مال کی صفائی کا، اگر یہ ہے تو جنت پکی ہے۔

شرم گاهوں کی حفاظت

یہاں سے اللہ تعالی چوتھی چیز فرمارہے ہیں "وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ" جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، چاہے مرد ہوں یا عورت ، اپنی شرمگاہوں کو صحیح جگہ پر استعمال کرتے ہیں، ان کے لیے بھی جنت پکی ہے "إِلَّا عَلٰىٓ أَزْوَاجِهِمْ أَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُمَلُوْمِيْنَ" اور اپنی شرمگاہ کو صحیح مصرف میں استعمال کریں، اپنی بیویوں، اپنی کنیزوں یا اپنی باندیوں پر، اس زمانہ میں باندیاں ہوتی تھیں، اب نہیں ہوتی ہیں، شروع کے زمانہ میں آج سے چودہ سو سال پہلے باندیاں ہوتی تھیں، وہ باندیاں کیسی ہوتی تھیں، خریدی جاتی تھیں، اور جب مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہوتی تو جو کافروں کی عورتیں قید ہو کر آتی تھیں وہ مسلمانوں کی باندیاں بن جاتی تھیں، ان سے بھی وہی تعلق قائم کرسکتے ہیں، جو بیوی سے تعلق قائم کرتے ہیں، اگر بیوی ہو یا باندی ہو "فَاِنَّهُمْ غَيْرُمَلُوْمِيْنَ" تو اس پر کوئی اعتراض نہیں اور اس پر کوئی ملامت نہیں، یہ دو صحیح مصرف ہیں، معلوم یہ ہوا کہ اپنی شرمگاہوں کو صحیح مصرف میں استعمال کریں، اپنی بیویوں اور باندیوں میں، اگر ہم اس کو غلط جگہ میں استعمال کریں گے تو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے پکڑ ہوگی اور جنت نہیں ملے گی، ضروری ہے کہ اپنی شرمگاہوں کا صحیح مصرف میں استعمال ہو، اگر ان دونوں مصرف کے علاوہ شرم گاہوں کا استعمال ہوگا تو وہ زنا کہلائے گا یا لواطت کہلائے گا اور یہ فواحش میں شمار ہوگا اور اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے گا، اس لیے اصل زنا کے ساتھ دواعی زنا اور اس کے محرکات سے بھی بچنا ضروری ہے۔

جسم کے اعضاء کا زنا

ہماری زبان کا بھی زنا ہے، ہماری آنکھ کا بھی زنا ہے، ہمارے کان کا بھی زنا ہے، ہمارے پیروں کا بھی زنا ہے، اگر ہم نگاہ سے کسی غیر محرم کی طرف دیکھیں گے تو یہ آنکھ کا زنا ہوگا، اگر کسی غیر محرم سے باتیں کریں گے تو یہ زبان کا زنا ہوا، اور کسی غیر محرم کی بات سنیں گے تو یہ ہمارے کان کا زنا ہوا، اور اگر ہم کسی غیر محرم کی طرف پیر سے چلیں گے، تو یہ ہمارے پیر کا زنا ہوا، اگر ہم کسی غیر محرم کو ان ہاتھوں سے چھوئیں گے تو یہ ہاتھ کا زنا ہوا، تو یہ سب چیزیں زنا ہیں، اور ان کی عملی تصدیق انسان شرمگاہ سے کرتا ہے، تو اس لیے ان کی بھی حفاظت کرنا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے اس کے لیے صحیح طریقہ رکھا ہے، شریعت نے نکاح کو جائز قرار دیا ہے جو صحیح اور فطری اصول ہے، اس میں کوئی ملامت نہیں ہے، اللہ صاف فرمارہا ہے اپنی بیویوں کو، اپنی کنیزوں کو، اپنی باندیوں کو استعمال میں لاؤ تو کوئی ملامت نہیں ہے، نہ خاندان میں، نہ قبیلہ میں، نہ معاشرہ میں، نہ محلّہ میں، نہ شہر میں، اور انسان ان کو سمجھ سکتا ہے کہ صحیح مصرف کیا ہے، غلط طریقہ سے اگر استعمال کریں گے، تو یہاں بھی انسان رسوا ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالی کے یہاں بھی رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، تو اس لیے دوستو! اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جنت کے مستحق ہونے کے لیے شرمگاہوں کی حفاظت بھی ضروری ہے: "وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ إِلَّا عَلٰىٓ اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُمَلُوْمِيْنَ" پھر تو کوئی ملامت نہیں ہے، کوئی اعتراض نہیں ہے۔

غلط راہ اختیار کرنے والا حدوں کو پار کرنیوالا ہے

"فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُلٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ" لیکن اس کے علاوہ اگر کوئی غلط راہ اختیار کرتا ہے، صحیح جگہ کو چھوڑ کر غیر فطری راہ اختیار کرتا ہے، یعنی وہ منکوحہ اور باندی کے علاوہ سے تعلق قائم کرتا ہے ، یا منکوحہ اور باندی سے

غیر فطری راہ میں تعلق قائم کرتا ہے، یا کسی امرد سے تعلق قائم کرتا ہے، یا ہم جنس پرستی کی بات کرتا ہے، تو وہ راہ سے بھٹکنے والا اور حد کو پار کرنیوالا ہے، اس کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے سخت وعیدیں ہیں اور سخت پکڑ ہے، اس لیے ایسی چیزوں سے جو غلط ہیں مثلاً زبان کا، دل کا، دماغ کا، سب کا زنا ہوسکتا ہے، اگر ہم ان کو ان چیزوں میں استعمال کریں تو گناہ ہو گا، ان سب چیزوں سے بچنا ہے، تو ہم اللہ کی طرف سے انعام اور جنت کے مستحق ہوں گے، اور اگر یہ ان چیزوں میں لگتے ہیں، تو پھر اللہ کی طرف سے انعام اور جنت کے مستحق نہیں ہوں گے، اس لیے اس کے بعد اگر کوئی اس راہ سے ہٹتا ہے، اس راہ سے تجاوز کرتا ہے "فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ" یہ لوگ تو حد سے بڑھ جانے والے ہیں، حد کو پار کرنے والے ہیں، جو حد کو پار کرنے والا ہوتا ہے اس کو دنیا میں نہیں بخشا جاتا، تو اللہ تعالی کیسے بخش دیں گے، ہمارے سامنے کوئی جانور جھوٹا بھینسا سرکشی کرتا ہے، یا نافرمانی کرتا ہے، کسی کے کھیت میں گھس جاتا ہے، تو اس کو ہم ڈنڈا مارتے ہیں، اس کو تنبیہ کرتے ہیں اور کوئی ہم جیسا انسان بھی غلط کاری کرتا ہے، تو اس کو نہیں بخشتے، اس کو معقول سزا دیتے ہیں، تو آپ بتائیے وہ جو احکم الحاکمین ہے، اس کے حکم کی خلاف ورزی کریں تو کیا وہ چھوڑ دے گا، ہرگز نہیں چھوڑے گا، ہاں مگر اس کی رحمت، اس کا کرم وسیع ہے، اگر وہ چاہے تو بخش بھی سکتا ہے، مگر اس نے قانون بنا دیا ہے اور اس کے قانون میں تبدیلی نہیں "وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا" اللہ کا قانون اٹل، اللہ کی سنت اٹل ہے، اللہ کے قانون کے اندر کوئی تبدیلی نہیں، اللہ تعالی قادر مطلق ہے، وہ جو چاہے کرے، مگر اس نے اپنا ایک قانون بنایا ہے، ایک نظام بنایا ہے، اس نظام پر وہ اٹل رہتا ہے، اللہ کے قانون کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہے، اس کی سنت کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

امانت کا پاس ولحاظ کرنے والے

اللہ تعالی فرماتے ہیں "وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ" پانچویں چیز کیا ہے، وہ مومن جو امانت کا پاس ولحاظ کرتے ہیں، اور عہد کا پاس ولحاظ کرتے ہیں، اس کا مطلب ہم اپنے معاشرہ میں سمجھتے ہیں کہ فلاں کے پاس دس روپیہ رکھ دیئے، یہ امانت ہے، امانت کا بھی بہت وسیع مفہوم ہے، ایک تو یہ کہ کسی کے پاس مال رکھ دیا، اور دس مہینہ کے بعد ہم اس سے لے لیں گے، یہ بھی امانت ہے، اس میں خرد برد نہیں ہونا چاہئے، جو نوٹ سوسو کے رکھے تھے، وہی ملنے چاہئے، یہ نہیں کہ ایک مہینہ بعد دینے ہیں، لہٰذا چلو ہم ان کو چلا لیں، یہ خیانت ہے، یا سامان رکھا تھا کچھ، یا دس کلو گندم رکھا تھا کہ بھائی بعد میں لے لیں گے، اور اس کو استعمال کرلیا، تو یہ بھی امانت میں خیانت ہوگی، امانت یہ ہے کہ جو چیز رکھی تھی، وہی ہم اس کو واپس کریں، اس میں کسی قسم کی خرد برد نہ ہو، کسی قسم کی کمی نہ ہو۔

بات بھی امانت ہے

امانت کے اندر بات بھی ہے "اَلْمَجَالِسُ كَالْأَمَانَةِ" مجلس میں کی ہوئی باتیں بھی امانت کی طرح ہیں، کسی کو کوئی بات بتلائی کہ دیکھو بھائی تم کو بتلاتا ہوں، تم میرے دوست ہو، یہ بات بس تمہیں تک رہے، آگے نہ پہنچے، یہ بھی امانت ہے، اب آپ کے پاس کسی نے بات رکھی ہے، وہ بھی امانت ہے، اس کا پاس ولحاظ کرنا آپ کی ذمہ داری بنتی ہے، جتنا گناہ مال کے اندر خیانت کرنے کا ہے، اتنا ہی گناہ بات کے اندر خیانت کرنے کا ہے، اس نے یہ تو کہا تھا کہ بھائی صرف تم کو بتلا رہا ہوں اور کسی کو مت بتانا، مگر آپ نے اپنے کسی دوست

کو بتلا دیا، آج ماحول کیا ہے، میں نے آپ کو کوئی بات بتلادی، تم تو میرے دوست ہو،مگر آپ نے اپنے خاص دوست کو بتلا دیا،اس نے اپنے خاص کو بتلا دی، بات ایک دم سے خاص خاص میں عام ہوجاتی ہے، جب کوئی معاہدہ کرلیا، تو یہ بات ہماری تمہاری امانت ہے،تو اس کا پاس ولحاظ کرو، ان چیزوں کی پابندی کرو اوران چیزوں کا پاس ولحاظ کرو، امانت میں ذرا بھی گڑ بڑی نہ ہونی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امین تھے

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب امین تھا، نبوت سے پہلے بھی مکہ کے سارے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے، کیوں رکھتے تھے؟ وہاں گڑبڑی کا کوئی شائبہ ہی نہیں تھا، سب آپ کے پاس رکھتے تھے، جو آپ کی جان کے دشمن تھے، وہ بھی کہتے تھے بھائی مال رکھنا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھو، وہاں کوئی گڑبڑی نہیں ہے،جس رات آپ کو ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانا تھا، اس روز بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کافروں کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں، مسلمانوں کی بھی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر گئے کہ دیکھو یہ امانتیں جن جن کی ہیں،ان کو دیدینا، اورآج تم میرے بستر پر لیٹنا؛ کیونکہ کافروں سے بچ کر نکلنا تھا، اگر ان کو دن میں امانتیں لوٹا دیتے،تو پتہ چل جاتا،لیکن اس حکمت سے امانت کا پاس ولحاظ کیا، کوئی اور ہوتا تو گڑبڑی کر دیتا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کو درس دینا تھا کہ دیکھو امانت امانت ہے، امانت میں کوئی خیانت نہیں ہونی چاہئے، یہ امانت کی اہمیت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تربیت فرمائی صحابہ کرام کی، تو امانت کا بہت وسیع مفہوم ہے، اس میں ہم لوگ بہت کوتاہی کرتے ہیں، کسی نے سو روپیہ رکھ دیا کہ بھائی لو مجھے جب ضرورت ہوگی میں لے لوں گا، آپ نے اس کو خرچ کر دیا کہ جب ضرورت ہوگی دے دوں گا،نہیں گڑ بڑی کر دی، اس لیے کہ خرچ کرنے کا آپ کو اختیار ہی نہیں تھا، اگر وہ کہہ دے کہ لو میرے بھائی تمہارے پاس میرے پیسے ہیں، تمہیں ضرورت ہوگی تو خرچ کر لینا، مگر جب مجھے ضرورت پڑے گی تو دیدینا، تو اب گڑبڑی نہیں ہے، چونکہ اس نے اجازت دے دی، لیکن اس نے کہا کہ بھائی یہ امانت ہے اور یہ نہیں کہا کہ اس کو خرچ کر لینا، پھر اس کے باوجود تم اس کو خرچ کرتے ہو، تو یہ امانت میں خیانت ہے ،اور اللہ کے یہاں سخت پکڑ ہے۔

منافقین کی تین علامتیں ھیں

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا”ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا أُوتُمِنَ خَانَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ“ (سنن النسائی حدیث نمبر ۴۹۳۷ رکتاب الایمان وشرائعہ) کہ منافق کی تین علامتیں ہیں:

(۱) جب بولے تو جھوٹ بولے۔

(۲) جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(۳) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔

ایسے لوگ منافق ہیں، منافق اسے بھی کہتے ہیں کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ ہو، اور منافقین کے لیے قرآن کریم میں مستقل ایک سورت ہے، منافقین کے لیے سخت عذاب ہے، کافروں سے بھی زیادہ، اسی لیے امانت کے اندر خیانت کرنے والے کے لیے زیادہ گناہ ہے، زیادہ عذاب ہے ”وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ“ جولوگ امانت کا پاس ولحاظ

کرتے ہیں، امانت امانت دار کو ادا کرتے ہیں، اس میں کوئی خیانت نہیں کرتے، یہ لوگ بھی جنت کے مستحق ہیں۔

عہد کا پاس ولحاظ کرنے والے

"وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ" جس سے جو وعدہ کریں اس کو پورا کرتے ہیں، کہ پانچ روپیہ دیدو اور میں کل دے دوں گا، تو اگر کل نہیں دیتا ہے تو یہ بھی منافق ہے، عہد کا پاس ولحاظ یہ بھی ضروری ہے، جس سے جو وعدہ کرلیا، اس کو نبھاؤ، پہلے وعدہ ہی سوچ سمجھ کر کرو، گنجائش رکھ کر وعدہ کرو تا کہ پورا کرنے میں آسانی ہو، یہ نہیں کہ جلدی میں تم نے وعدہ کرلیا اور وہ نبھایا نہیں جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے کسی آدمی سے کوئی معاہدہ کرلیا کہ بھائی کل کو فلاں جگہ ملوں گا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک اس کے انتظار میں اس جگہ پر کھڑے رہے وہ آدمی تیسرے دن آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک کھڑے رہے، اور آج حال یہ ہے کہ ہم وعدہ کررہے ہیں اور ہم خود ہی نہیں جاتے، یہ ہمارا ماحول ہے، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا اور اس کی اہمیت کا پتہ تھا، اس لیے تین دن تک انتظار کرنا پڑا، اور تیسرے دن وہ آدمی آیا، تو اس لیے جب کسی سے کوئی معاہدہ کرلیا کسی کام کا، تو اس کا لحاظ کرنا ضروری ہے، کسی سے کوئی وعدہ کرلو تو اس کو نبھاؤ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" (سورۂ مائدہ آیت ۱) اے ایمان والو! کسی سے کوئی وعدہ کرو تو اس وعدہ کو نبھاؤ، اس کو پورا کرو، اگر وعدہ نبھاؤ گے تو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے جنت پکی ہے، وعدہ نہیں نبھاؤ گے تو گنہ گار ہوگے، ایک تو تکلیف وعدہ کرکے نہ نبھانے کی، یہ دنیاوی نقصان، جھوٹوں میں تمہارا شمار، آخرت میں اللہ کے یہاں کچھ نہیں ملے گا، اگر آپ کہتے ہو اپنے بیٹے سے کہ میں شہر جارہا ہوں تمہارے لیے چیز لاؤں گا، تو اگر نہیں لائے یہ جھوٹ ہے، وعدہ خلافی ہے، یہ تو آپ وعدہ خلافی کررہے ہیں، یا گھر پر کوئی دروازہ پر آیا، فلاں ہے؟ اور آپ نے بچوں سے کہلوادیا کہ جا کر کہہ دو کہ ابو نہیں ہیں، تو اس بچہ کے دماغ پر کیا اثر پڑ رہا ہے، وہ سوچتا ہے کہ ابو موجود ہیں، یہ بھی جھوٹ ہے، وعدہ کے خلاف، عہد کے خلاف ہے، اور آپ کے بچے کی تربیت غلط ہورہی ہے۔

میرے عزیز واور میرے دوستو! یہ معمولی معمولی چیزیں ہیں، جن پر ہم توجہ نہیں دیتے کہ بچوں کی تربیت کیسی ہورہی ہے، انھیں ہم غلط سبق دے رہے ہیں، وعدہ وفا کرنے کا جذبہ ان کے اندر ڈالنا تھا، مگر ہم جھوٹ کا بیج ان کے اندر ڈال رہے ہیں، اگر یہ چیزیں ان کے اندر ڈالیں گے تو ان کی زندگی خراب ہوگی، اور ذریعہ ہم لوگ بنیں گے "وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ" پانچویں چیز میں اللہ نے دو چیزوں کو بیان کیا ہے، ایک تو امانت کا پاس ولحاظ کرنا اور ایک وعدہ کو وفا کرنا، جس سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو، تو اللہ تعالی کو ایسے مومن مطلوب ہیں، اور ایسے مومن کے لیے کامیابی ہے، ایسے مومنوں کے لیے جنت پکی ہے۔

نمازوں کی پابندی کرنے والے

اللہ تعالی فرماتے ہیں چھٹی چیز "وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ" جو اپنی نمازوں پر پابندی کرتے ہیں، شروع میں نماز کے اندر خشوع وخضوع کو بیان کیا ہے، اور اس آیت میں فرمارہے ہیں کہ نمازوں کی پابندی کرنے والے بھی جنت کے مستحق ہیں، معلوم ہوا کہ نماز مہتم بالشان چیز ہے، نماز بہت اہم ہے، اسی لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّیْنِ" نماز دین کا ستون ہے

"مَنْ اَقَامَهَا اَقَامَ الدِّیْنَ" جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا "وَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّیْنَ" اور جس نے اس کے اندر سستی وغفلت کی اور نماز کو چھوڑا، اس نے دین کو ڈھا دیا، اور ایک حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "لَاتَتْرُكِ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّداً، فَإِنَّهُ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" (مسند احمد حدیث نمبر ۲۶۰۹۸ / کتاب مسند القبائل) کہ جان بوجھ کر نماز کو مت چھوڑو، جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑا، اللہ تعالی اور اس کا رسول اس کے ذمے سے بری ہے، اس کی حفاظت سے بری ہے، اس نے کافروں والا عمل کیا، نماز مومن اور کافر کے درمیان حد فاصل ہے، ورنہ ہمارے اور کافر میں کیا فرق ہے؟ حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں مومن اور کافر کے درمیان حد فاصل نماز ہے، نماز پڑھتا ہے تو سمجھ لیجئے وہ مومن ہے، اور نہیں پڑھتا تو وہ کافر ہے "مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ كَفَرَ" جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا، تو نماز کی پابندی کا مطلب یہ ہے کہ نماز ہو اور جماعت کے ساتھ ہو اور مسجد میں ہو، اور وقت پر ہو، ہم کیا کرتے ہیں نماز تو پڑھ رہے ہیں، مگر وقت پر نہیں بلکہ سورج نکلنے میں جب پانچ منٹ باقی رہتے ہیں تب، او رعصر کے وقت کام اور باتوں میں اتنے مشغول رہتے ہیں کہ وقت جانے کے بعد، ارے جلدی سے نماز پڑھ لو، ورنہ وقت ختم ہو جائے گا، تو یہ وقت پر نہیں ہے، وقت پر ہو اس لیے کہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے "اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" (سورۂ نساء آیت ۱۰۳) نماز مومنین پر متعینہ وقت پر فرض کی گئی ہے، ظہر کی ظہر میں، عصر کی عصر میں، مغرب کی مغرب میں، عشاء کی عشاء میں، فجر کی فجر میں، ورنہ جب چاہے پڑھ لیں، اس لیے اللہ تعالی تاکید کے ساتھ فرماتا ہے کہ مومنین پر نماز وقت متعینہ پر فرض کی گئی ہے، اس سے آگے پیچھے کرنا یہ اس کی غلطی ہے، اس کے گناہ کا ذریعہ ہے، اللہ چاہتا ہے کہ نماز وقت پر ہو، ہم لوگ کیا کرتے ہیں، وقت پر نہیں ہوتی ہے، دوسرے جماعت سے نہیں ہوتی ہے، تیسرے مسجد میں نہیں ہوتی، ایک تو بے وقت پڑھ رہے ہیں اور بغیر جماعت کے پڑھ رہے ہیں اور تیسرے گھر میں پڑھ رہے ہیں، مسجد میں نہیں، تو تینوں چیزیں لازمی ہیں، وقت پر بھی ہو، جماعت سے بھی ہو اور مسجد میں بھی ہو، ایسی عبادت کرنے والا ہو اور اگر یہ بات نہیں ہے تو نماز کی پابندی کرنے والا نہیں ہے، تو میرے دوستو! اللہ تاکید کے ساتھ فرما رہا ہے کہ نماز میں خشوع ہو اور نماز کی حفاظت ہو اور اخیر میں فرما رہا ہے کہ نماز میں پابندی بھی مطلوب ہے، پھر جنت کا استحقاق ہے۔

کامیاب ہونے والے آٹھ قسم کے لوگ

یہاں موٹے موٹے انداز میں چھ باتیں بتائی گئی ہیں، لیکن دراصل یہ آٹھ باتیں ہوئیں:

(۱) نماز کے اندر خشوع وخضوع ہو
(۲) فضولیات اور بیکار باتوں سے پرہیز ہو
(۳) شرمگاہوں کی حفاظت
(۴) مال کی زکوۃ
(۵) تزکیہ قلب
(۶) امانت کا پاس ولحاظ
(۷) وعدہ کا پورا کرنا
(۸) نمازوں کی پابندی ہو

اس طرح یہ کل آٹھ باتیں ہوگئیں، بیان ہم نے

چھ باتیں کیں، مگر دو چیزیں مزید بیان کیں، مال کی زکوۃ کے ساتھ ایک چیز اور تزکیہ دل کا، اور امانت کے پاس ولحاظ کے ساتھ وعدہ کا پورا کرنا، یہ ضروری ہے، اب یہ آٹھ چیزیں ہوجائیں گی۔

جنت الفردوس کے وارث

اللہ تعالی آگے فرمارہے ہیں ''اُولٰئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ'' یہی تو لوگ ہیں جو وارث بنیں گے، کس چیز کے وارث بنیں گے؟ ''اَلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ'' یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہوں گے، یہی لوگ جنت میں جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، وہ جنت کیسی ہوگی ''عَرْضُهَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ'' ایسی جنت جس کی لمبائی، چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے، اور وہ متقی لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے، دوستوں یہ آٹھ چیزیں ہیں، ایک مسلمان کو، ایک مومن کو ان کی پابندی ضروری ہے، اگر ان چیزوں کا لحاظ کیا جائے، تو انشاء اللہ جنت پکی ہے، اور اگر ان کے اندر کوتاہی ہوگی، تو خسارہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، گارنٹی ہے جنت کی اگر ان چیزوں پر انسان کاربند ہوجائے، پھر اللہ کو ایسے مومن مطلوب ہیں، اللہ تبارک وتعالی ہمیں ان آٹھ چیزوں کو خاص طور سے اختیار کرنے اور جس طریقہ سے اللہ کو مطلوب ہے اس طریقہ سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور پکو سچا مسلمان بنادے اور ہمارا شمار کامیاب مومنین میں فرمادے، ایسے کامیاب مومنین جن کے لیے جنت کے وارث ہونے کا اعلان ہے، اللہ تعالی ہماری کوششوں کو، ہماری محنتوں کو قبول فرمائے اور ہمیں ایسے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

......بقیہ صفحہ ٦ کا

فروعی نقاط:

پہلا نقطہ: یہ بات ذہن میں رکھیں کہ جب آپ کسی چیز کو اسلامی بناتے ہیں تو وہ غیر اسلامی ہوتی ہے، اب آپ کو دیکھنا ہے کہ غیر اسلامی چیز کن شرطوں سے اسلامی ہوسکتی ہے، کیا زنا کو اسلامی بنایا جاسکتا ہے؟ کیا سود کو اسلامی بنایا جاسکتا ہے؟ آپ میری اس بات کو مبالغہ پر محمول نہ کریں، بلکہ کچھ وقت لیکر اس نقطہ پر سنجیدگی سے غور کریں۔

دوسرا نقطہ: میں نے بہت سے اسلامک فائینانس کے ماہرین سے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ وہ سود کے قرآنی مفہوم سے واقف ہی نہیں، انہیں ربا الجاہلیۃ اور ربا الاسلام کا فرق ہی نہیں معلوم، جو لوگ اتنی بنیادی بات سے ناواقف ہوں وہ کس طرح اسلام کے معاشی نظام کے کسی حصہ کی خدمت کرسکتے ہیں؟ لہذا آپ ربا کو سمجھیں، اور یہ دیکھیں کہ اسلامک بینکنگ نے اسے سمجھنے میں کن غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔

تیسرا نقطہ: اسلام ایک حقیقت ہے، یہ صرف لفظ وشکل کا نام نہیں، اس وقت اسلامک فائینانس زیادہ تر الفاظ کا کھیل ہے اس پر غور کریں۔

چوتھا نقطہ: موجودہ اسلامک فائینانس میں بہت سی اسلامی اصطلاحوں کا استعمال ہوتا ہے لیکن ان کے معانی بدل دیئے گئے ہیں، مثلا ایک کثیر الاستعمال اصطلاح مرابحہ کی ہے، میں نے جب بھی اسلامک فائینانس میں کام کرنے والوں سے فقہی مرابحہ کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ جانتے ہی نہیں کہ مرابحہ کیا ہے، اور یہی لوگ ہیں جو اس لفظ کو سب سے زیادہ استعمال کرتے ہیں۔

یہ نقاط ان لوگوں کے لئے ہیں جو اس موضوع پر کام کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالی ہمیں علم نافع عطا کرے۔ آمین

نقوش رفتگاں

مولانا سید حمزہ حسنی ندویؒ-تاثرات ومشاہدات

۲۴رمضان ۱۴۴۲ھ مطابق ۷رمئی ۲۰۲۱ء بروز جمعہ افطار سے قبل ایک سعید روح جسد خاکی سے نکل کر رحمت حق میں پیوست ہوگئی،اناللہ وانا الیہ راجعون ع

موت سے کس کو رستگاری ہے!

ایک ایسا دیدہ ور مدبر جو اپنی صلاحیتوں کا استعمال امت مرحومہ کے دفاع کے لیے کررہا تھا! ایک ایسا عالم باعمل جو مادر علمی کی حفاظت وصیانت پر مامور تھا!ایک ایسا بے لوث منتظم جو مادر علمی کی ہمہ جہت تعمیر وترقی کے لیے سرگرم عمل تھا!ایک ایسا مرد صالح جو اپنے بزرگ عم محترم کا نور چشم اور سرور قلب تھا!ایک ایسا روشن دماغ جو درویش بھی تھا،مصنف بھی تھا،مدیر،بھی تھا اور منتظم بھی تھا!اس پیکر خاکی کو ہم دنیا والے مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی کے نام سے جانتے تھے،ادھر کچھ مدت سے وہ پیٹ کے مرض میں مبتلا تھے،تشویش ناک حالت کے مدنظر اسپتال میں داخل کیے گئے تھے،ڈاکٹروں نے علاج ومعالجے میں کوئی کمی نہیں کی ،لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

مولانا مرحوم نیک تھے،ان کی نیکیوں کا صلہ دنیا والوں نے یہ دیکھا کہ خدائے رحمٰن ورحیم نے ان کو سید الایام یعنی جمعے کے روز عصر کے بعد اپنی بارگاہ میں طلب فرمایا، وفات کا سبب پیٹ کا مرض قرار دیا گیا،اس مرض میں مبتلا ہوکر وفات پانے والا صاحب ایمان صحیح حدیث شریف کے مطابق شہید ہوتا ہے۔

گزشتہ برس یعنی ۲۰۲۰ء سے وطن عزیز میں کیا پوری دنیا میں موت کا بازار گرم ہے، کتنے لوگ کووڈ-۱۹نامی موذی علم گیر وبا کا شکار ہوکر داعی اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں۔

نظیر اکبرآبادی کے بہ قول: ع

قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارا

کسی نے اپنے درد وکرب کا اظہار یوں کیا ہے،

یہ عجیب سال ہے ایک پل بھی نہیں سکوں
لکھتے لکھتے تھک گئے انا للہ و انا الیہ راجعون

مولانا حمزہ حسنیؒ نے ۱۵؍دسمبر ۱۹۵۰ء کو اپنے آبائی مکان دائرہ سید شاہ علم اللہ حسنی تکیہ کلاں رائے بریلی (اتر پردیش) میں آنکھیں کھولیں،والد ماجد کا نام مولانا سید محمد ثانی حسنی تھا،وہ برکۃ العصر میر کارواں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے برادر بزرگ تھے، والدہ ماجدہ کا نام سیدہ خدیجہ تھا،وہ مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی کی صاحب زادی تھیں،اپنے اکابر کے ''حمزہ میاں'' اور اپنے اصاغر کے ''حمزہ بھیا'' کی پرورش و پرداخت،ابتدائی تعلیم وتربیت ان کے عظیم خاندان کی ان مبارک شخصیات کے زیر سایہ ہوئی جو دین وعلم فضل وتقوی،صلاح وفلاح،اخلاق وکردار اور ادب وثقافت میں ممتاز تھیں،اس کے بعد وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے ،

یہاں سے عالمیت اور فضیلت کی تکمیل کی، ۱۹۶۹ء میں حدیث شریف میں اختصاص کیا۔

مولانا مرحوم تکمیل درسیات کے بعد کچھ عرصہ معروف ملی وسیاسی رہنما ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی سے وابستہ رہے، اس کے بعد والد مرحوم کے قائم کردہ دارالاشاعت مکتبہ اسلام کو اپنی دلچسپی کا مرکز ومحور بنایا، یہی ان کا ذریعۂ معاش تھا۔

انہوں نے ۱۹۸۲ء میں والد ماجد کے انتقال کے بعد ان کے جاری کردہ زنانہ ماہنامے رضوان لکھنؤ کی ادارت سنبھالی، یہ ذمہ داری تا دم مرگ ادا کرتے رہے، اس ماہنامے کا تعارف مولانا عبدالماجد دریابادیؒ (۱۹۷۷ء) اپنے ہفتہ وار صدق جدید لکھنؤ میں یوں کراتے ہیں: رضوان ایڈیٹر: سید محمد ثانی حسنی، ۳۲ صفحات تقطیع: ۱۸-۲۲، پتہ دفتر رسالہ رضوان، ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ۔

یہ رسالہ ایک بڑے بلند مقصد کو لے کر نکلنا شروع ہوا ہے، یعنی مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی فلاح واصلاح اور ان کی دینی و اخلاقی تربیت، سینما، ریڈیو، مخلوط تعلیم اور مخرب اخلاق شاعری کے طفیل، ''جنسی انارکی'' اور بے حیائی وعریانی کا سیلاب اب اتنے زور وشور سے بڑھ رہا ہے کہ معمولی بند باندھنے کی تدبیر اس کے سامنے بالکل بے اثر ہو چکی ہے، ایک دو نہیں، بیسیوں رسالے اور سیکڑوں کتابیں، ہندوستان اور پاکستان میں گویا اپنا مقصد حیات ہی اس عریانی کو بنائے ہوئے ہیں اور روزنامے کہ وہ بھی اس آگ کو ہوا دینے میں لگے ہوئے ہیں، اس فضا میں اس رسالے کا قدیم اسلامی رنگ کے تحفظ کے لیے میدان میں آنا ہے، بڑی ہمت کا کام اور شکر ہے کہ اس کی سعادت موالاعلی ندوی ہی کے خاندان والوں کے حصے میں آئی، شریک ادارت بھی اسی خاندان کی ایک بانوئے محترمہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ ہیں۔

اس پہلے نمبر میں علاوہ اور مضامین کے مولانا کی والدہ محترمہ بی بی خیر النساء بہتر کی تعلیمی آپ بیتی بھی قابل ملاحظہ ہے، بلکہ جن کو بھی اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عزت و حرمت کا خیال ہے، ان پر اس کی خریداری اور اعانت فرض ہے، اللہ اس کے نکالنے والوں کی ہمت وعزم وحوصلے میں برکت واستقامت عطا فرمائے۔'' (شمارہ ۲۱ر دسمبر ۱۹۵۶ء)

مولانا حمزہ حسنی علمی وقلمی صلاحیتوں سے مالا مال تھے، وہ اعلیٰ علمی، تاریخی اور ادبی ذوق کے حامل تھے، ان کے یہ اوصاف موروثی اور خاندانی تھے، انہوں نے ''سیرت امہات المومنین''، ''تذکرہ صحابیات'' اور ''تذکرہ حضرت سید احمد شہید'' جیسی کتابیں تحریر کیں، انہوں نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے مذہبی، دعوتی، علمی تاریخی اور ادبی خطوط ''مکتوبات مفکر اسلام'' (۱-۵ جلد) اور اپنے والد ماجد کی کتاب ''خانوادۂ علم اللّٰہی'' کو اپنے عالمانہ و مؤرخانہ حیثیتوں کے ساتھ مرتب کرکے شائع کیا، ماہنامہ رضوان میں ان کے تحریر کردہ متعدد اداریے اور مضامین اس پر مستزاد ہیں، یہ تاہنوز غیر مدون ہیں۔

مولانا مرحوم آسان زبان لکھتے تھے، ان کی تحریریں اپنے اندر جاذبیت اور دل کشی رکھتی ہیں، وہ بھاری بھرکم الفاظ اور پر شکوہ تعبیرات سے اجتناب کرتے تھے، وہ سلاست وفصاحت پر زور دیتے تھے۔

مولانا مرحوم مقامات شریعت ومنازل طریقت سے واقف تھے، وہ تزکیہ واحسان اور تصوف سلوک کے قائل تھے، اوراد وضائف اور اذکار واشغال کے پابند تھے، پاس انفاس

اور ذکر قلبی کا اہتمام کرتے تھے،انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی، پھر مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے تجدید بیعت کی ،قطب وقت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری کے خلیفہ صوفی انعام اللہ لکھنویؒ نے ان کو اجازت بیعت سے نوازا، رمضان ۱۴۴۰ھ میں برکۃ العصر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے ان کو اپنے تمام سلسلوں میں داخل کر کے اجازت و بیعت خلافت سے سرفراز کیا۔

مولانا حمزہ حسنیؒ نے ایک متحرک اور قابل تقلید طویل زندگی گزاری، وہ متعدد دینی، ملی ،دعوتی، علمی، تعلیمی، ادبی، اور ثقافتی تنظیموں اور اداروں سے مختلف حیثیتوں سے وابستہ رہے، وہ ۱۹۹۰ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس انتظامی کے رکن منتخب ہوئے ،۲۰۰۰ء میں ناظر عام مقرر ہوئے ،۲۰۰۶ء سے تادم مرگ ترجمان ندوہ پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ کے نگراں رہے، اس کے معیار کو بلند سے بلند تر کیا ،جس کی وجہ سے قارئین کا حلقہ مزید وسیع ہوا، اعلیٰ انتظامی اہلیت اور گونا گوں صلاحیتوں کے مالک حسنی خاندان کے اس چشم و چراغ کو ندوۃ العلماء کے صائب الرائے و بالغ نظر ارکان مجلس انتظامی نے باتفاق رائے مارچ ۲۰۱۸ء میں نائب ناظم ندوۃ العلماء منتخب کیا۔

مولانا مرحوم کے زمانے میں مادر علمی کی ہمہ جہت ترقی ہوئی، ان کی نگرانی میں احاطہ دار العلوم میں ڈاکٹر عبد العلی حسنی اسپتال، علامہ شبلی نعمانی لائبریری سے متصل جدید درس گاہ رواق مولانا ابوالحسن علی اور رواق مولانا محمد علی مونگیری کی تعمیر ہوئی، ان کا سب سے عظیم کارنامہ دار العلوم کی وسیع و عریض، حسین وجمیل مسجد کی توسیع ،تزئین وتعمیر جدید ہے۔

انہوں نے ۱۹۸۴ء میں مولانا محمد ثانی حسنی میموریل ایجوکیشنل انیڈ ویلفیئر سوسائٹی رائے بیریلی میں قائم کی ،اس کے تحت طالبات کی دینی تعلیم کے لیے ’’جامعہ عائشہ‘‘ طلبہ کے لیے مدرسہ سید احمد شہید تحفیظ القرآن‘‘ صفیہ بانو اسکول اور مسافر خانہ ایوان فریدی کے نام سے سرگرم عمل ہیں، وہ ۲۰۰۴ء سے ۲۰۱۵ء تک متواتر ۳ بار اتر پردیش سنی سنٹرل وقف بورڈ کے رکن رہے۔

مولانا حمزہ حسنیؒ اعلی اسلامی محاسن واوصاف کے مالک تھے، وہ اپنی دین داری، دیانت داری، امانت داری، خوش اخلاقی ،خوش گفتاری، بردباری، نرم خوئی، کم گوئی ،معاملہ فہمی، کم آمیزی، بالغ نظری، دور اندیشی؟ بے تعصبی، حمیت و غیرت مندی، تواضع ،انکساری اور اصابت رائے اور وضع داری جیسی نمایاں خصوصیات کے باعث ایک مثال تھے، وہ پوشاک ،خوراک، اور رہن سہن کے اعتبار سے وارستہ مزاج تھے، تکلفات سے بری تھے، سادگی اور متانت ان کی فطرت ثانیہ تھی، ان کا سینہ کینے سے پاک تھا، وہ اصول پسند اور نظم و انضباط کے پابند تھے، اپنے ماتحتوں پر شفیق تھے، ان کو ڈانٹنا تو دور کبھی جھڑک کر بات نہیں کی ، ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرتے تھے، وہ ملکی عالمی حالات، سیاسی اتار چڑھاؤ اور حکومت کے منصوبوں واقدام سے باخبر رہتے تھے۔

مولانا مرحوم چھوٹوں کی حوصلہ افزائی خوب کرتے تھے، ان کی ترقیوں سے خوش ہوتے تھے، ان کو مفید مشورے دیتے تھے، راقم پر بڑی شفقت کرتے تھے، کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی ندوۃ العلماء میں معاون علمی کی حیثیت سے راقم کا تقرر مولانا مرحوم کی سفارش پر ہوا، بقیہ صفحہ نمبر ۳۱ ؍ پر............

دعوت فکر

بیٹی رحمت کا دروازہ، بخشش کا ذریعہ

زمانہ جاہلیت میں لوگ بچیوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے تھے، لوگ لڑکی کی پیدائش کے بجائے اس کی وفات پر مبارک باد دیتے تھے، لڑکیوں کو اس قدر ہیچ سمجھتے تھے کہ کسی کہ یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو وہ مارے شرم کے منہ چھپائے پھرتا تھا، ان میں کچھ لوگ ایسے ظالم تھے کہ کسی بیٹی کا باپ کہلوانے کے ڈر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کردیتے تھے، یا گلا دبا کر ہمیشہ کے لیے خاموش کردیتے تھے، بیٹی کو نجاست کا ڈھیر اور شیطان کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا، بیٹی کی ولادت کی خبر سنتے ہی حقارت کی تیوریاں چہرے پر نمایاں ہوتی تھیں۔

ایسے لوگوں کا نقشہ قرآن پاک نے ان الفاظ میں کھینچا ہے: ''جب ان میں کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے، لوگوں سے چھپا تا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کسی کو کیا منہ دکھائے، سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رکھے یا مٹی میں دبا دے''۔[سورۃ النحل]

لیکن یہ تو زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا حال تھا، اب آیئے اس زمانہ کے لوگوں پر نظر ڈالتے ہیں کہ ان کی نظر میں بیٹی کا کیا مقام ہے، جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، سچا عاشق رسولؐ ہونے کا دعوی کرتے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جان عزیز کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں لیکن جب ان کے دلوں کو ٹٹول کر دیکھو تو پتہ چلتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی طرح یہ بھی بیٹی کی آمد کو خوشگوار نہیں سمجھتے، بلکہ اس پر رنجیدہ ہوجاتے ہیں، بیٹی کی پیدائش اپنے لیے ننگ وعار تصور کرتے ہیں، بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ مبارک باد کہنے کے بجائے آنسو بہا بہا کر افسوس کا ظہار کرتے ہیں، اور کچھ بہادر تو یہ بھی کہنے سے نہیں ہچکچاتے کہ اس مرتبہ بیٹا نہیں ہوا تو بیوی کو طلاق دے دوں گا، ایسے مردوں کے لئے قرآن مجید کیا کہتا ہے: کچھ کے مقدر میں بیٹیاں ہی بیٹیاں اور کچھ لوگوں کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں سے نوازتا ہے اور کچھ لوگوں کی جھولی میں کچھ نہیں ڈالتا اور انہیں بانجھ کر دیتا ہے''[سورۃ الشوری]

یہ لوگ بیٹی کو رحمت کے بجائے زحمت سمجھتے ہیں، اسے ایک بوجھ گردانتے ہیں، بیٹیوں کو ہر معاملہ میں کم تر سمجھا جاتا ہے، پڑھائی کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے، کہ انہیں پڑھ لکھ کر کیا کرنا ہے، آخر گھر کے کام کاج ہی تو کرنے ہیں، لہٰذا ان کے لیے تعلیم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں۔

لیکن کہا جاتا ہے کہ مرد پڑھا فرد پڑھا، عورت پڑھی خاندان پڑھا، اچھا لباس، اچھی غذا اور دیگر ضروریات زندگی میں بھی بیٹیوں کے بجائے بیٹوں کو ترجیح دی جاتی ہے اور بیٹوں کی خواہشات کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔

افسوس صد افسوس! کہ آج کے مسلمان زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے بھی آگے نکل گئے، اس بچی پر ماں باپ کی طرف سے اس طرح کا ظلم ہو تو یقیناً وہ یہی کہے گی کاش میں تیری بیٹی

نہ ہوتی جس گھر میں بیٹی نہ ہو اس گھر میں رحمت نہیں ہوتی یعنی بیٹی اللہ رب العزت کی طرف سے رحمت ہے، اللہ تعالیٰ لڑکیوں پر بہت زیادہ مہربان ہوتا ہے۔

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک سے عورت کو دنیا میں جینے کا حق ملا، معاشرے میں باعزت مقام ملا اور کہا گیا کہ جس کسی کے یہاں بیٹی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس فرشتے بھیجتے ہیں، وہ فرشتے گھر والوں سے کہتے ہیں:

اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، پھر اس بچی کو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانک لیتے ہیں اور اپنے نورانی ہاتھوں کو اس کے سر پر پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں: ایک کمزور جان ہے جو کمزور جان سے نکلی ہے قیامت تک اس کے کفیل کی مدد کیجائے گی۔ [المعجم الصغیر] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو لڑکیوں کے سلسلے میں کسی طرح آزمایا جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو وہ لڑکیاں اس شخص کے لیے دوزخ سے آڑ بن جاتی ہیں۔ [جامع ترمذی]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی کفالت کرتا ہے، اس پر جنت واجب ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر دو بیٹیوں کی کفالت کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر بھی واجب ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اگر ایک بیٹی کی اور ایک بہن کی کفالت کرتا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر بھی واجب ہے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لڑکی رکھتا ہے، اللہ کی نصرت، برکت اور اس کی بخششیں اس کے شاملِ حال ہوتی ہیں، ایک اور جگہ فرمایا: جس کے یہاں ایک بیٹی ہوتی ہے، اسے ایک ہزار حج کا، ہزار جہاد کا، ہزار قربانی کا اور ہزار مہمانوں کا ثواب ملتا ہے۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رحمِ مادر میں آئیں تو سورۃ الکوثر نازل ہوئی اور آپ کو خیرِ کثیر اور دائمی نیکی کی بشارت سنائی گئی۔

انسان لڑکی کا باپ ہوتا ہے تو یہ اس کے لئے باعث فخر ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی لڑکی کے باپ تھے، دنیا میں لڑکی کے پیدا ہونے پر رسول خدا سے مشابہت ہو جائے تو واقعتاً بہت بڑا فخر ہے۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دو یا تین لڑکیوں کی سرپرستی کرے گا وہ بہشت میں میرا ہم نشیں ہوگا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور جگہ فرمایا: جس کے گھر لڑکی ہو پھر وہ اسے نہ زندہ درگور کرے نہ اس کی توہین کرے (لڑکی ہونے کے ناطے ہر وقت طعن و ملامت نہ کرے) اور نہ لڑکے کو اس پر ترجیح دے، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمادیں گے۔ [ابوداؤد]

جو لوگ بیٹی کی پیدائش کو منحوس سمجھتے ہیں، انہیں ان احادیثِ مبارکہ کو مدنظر رکھنا چاہئے، دورِ رسالت کا یہ واقعہ بھی ہمارے لیے عبرت و نصیحت کا بڑا ذریعہ ہے۔

دورِ جاہلیت کے پروردہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا عالم اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا، آنکھوں سے آنسو نکل آئے، سوچنے لگا کہ آہ کس بے دردی سے میں نے اپنی جگر کو صرف دورِ جہالت کی عصبیت کی بنا پر زندہ درگور کر دیا تھا، اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر اپنی داستان بیان کرنا شروع کر دی۔

میری بیوی حاملہ تھی، ان ہی دنوں میں ایک سفر پر مجبور ہو گیا، عرصے بعد پلٹ کر آیا تو اپنے گھر میں ایک بچی کو کھیلتے دیکھا، بیوی سے پوچھا: یہ کون ہے؟

بیوی نے کہا: یہ تمہاری بیٹی ہے اور پھر کسی نا معلوم خوف کے تحت، التجا آمیز لہجہ میں کہا: ذرا دیکھو تو کس قدر پیاری بچی ہے، اس کے وجود سے گھر میں کتنی رونق ہے، یہ اگر زندہ رہے گی تو تمہاری یادگار بن کر خاندان اور قبیلے کا نام زندہ رکھے گی، میں نے گردن جھکالی، بیوی کو کوئی جواب دیئے بغیر لڑکی کو بغور دیکھتا رہا، لڑکی کچھ دیر تو اجنبی نگاہوں سے مجھے تکتی رہی، پھر نہ جانے کیا سوچ کر بھاگتی ہوئی آئی، اور میرے سینے سے لپٹ گئی، میں نے بھی جزبات کی رو میں اس کو آغوش میں بھرلیا اور پیار کرنے لگا، کچھ عرصہ یونہی گذر گیا، لڑکی آہستہ آہستہ بڑی ہوتی رہی اور ہوشیار ہوئی، سنِ بلوغ کے قریب پہنچ گئی، اب ماں کو میری طرف سے بالکل اطمنان ہو چکا تھا، میرا رویہ بھی بیٹی کے ساتھ محبت آمیز تھا، ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کہا، ذرا اس کو بنا سنوار دو، میں قبیلے کی ایک شادی میں اسے لے جاؤں گا، ماں بیچاری خوش ہوگئی اور جلدی سے سجا سنوار کر تیار کر دیا۔

میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور گھر سے روانہ ہو گیا، ایک غیر آباد بیابان میں پہنچ کر پہلے سے تیار شدہ ایک گڑھے کے قریب کھڑا ہو گیا، لڑکی جو بڑی خوشی کے ساتھ اچھلتی کودتی چلی آرہی تھی، میرے قریب آکر رک گئی اور بڑی معصومیت سے سوال کیا: بابا یہ گڑھا کس کے لیے ہے؟

میں نے سخت لہجے میں اس سے کہا، اپنے خاندانی رسم رواج کے مطابق میں تم کو اس میں دفن کرنا چاہتا ہوں، تاکہ تمہاری پیدائش سے ہمارے خاندان اور قبیلے کو جو ذلت و رسوائی ہوئی ہے اس سے نجات مل جائے، لڑکی کو صورت حال کا اندازہ ہوا تو اس کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا اور قبل اس کے اس کی طرف سے کسی ردعمل کا اظہار ہو، میں نے اس کو گڑھے میں دھکیل دیا۔

لڑکی دیر تک روتی اور گڑگڑاتی رہی لیکن مجھ پر اس کے نالہ وفریاد کا کوئی اثر نہ ہوا، میں نے گڑھے کو مٹی سے بھر دیا، اگر چہ آخر وقت تک وہ ہاتھ اٹھائے مجھ سے زندگی کی التجا کرتی رہی لیکن افسوس! میں نے اپنے دل کے ٹکڑے کو زندہ در گور کر دیا، اب اس کی آخری التجا اب بھی میرے کانوں میں لاوے ٹپکا رہی ہے، بابا تم نے مجھے تو دفن کر دیا لیکن میری ماں کو حقیقت نہ بتانا، کہہ دینا کہ میں بیٹی کو اپنے قبیلے والوں میں چھوڑ آیا ہوں۔

آپنے صحابی سے ایک بیٹی کے زندہ در گور کر دیے جانے کی داستاں سنی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہوگئی، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں فاطمہ بیٹھی ہوئی تھیں، ان کی آنکھوں میں بھی نمی نظر آئی، تو نبی کریم نے بیٹی کو سینے سے لگایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں پر یہ جملے جاری ہو گئے: بیٹی تو رحمت ہے اور پھر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: میں فاطمہ کو دیکھ کر اپنی جان کو بہشت کی خوشبوں سے معطر کرتا ہوں، بارالٰہی، میں تجھ سے موت کے وقت آرام و راحت اور قیامت کے حساب و کتاب کے وقت عفو ومغفرت کا طالب ہوں۔

جو لوگ اپنے بیٹوں کی کثرت پر ناز کرتے ہیں اور اپنی بیٹیوں پر افسوس کرتے ہیں انہیں اللہ تعالی سے ڈرنا چاہئے۔ غرور و تکبر کرنے کے بجائے اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا چاہئے، جس نے انہیں اولاد جیسی نعمت عظمی سے نوازا، لڑکا یا لڑکی کی پیدائش انسان کی اپنی پسند یا ناپسند سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی عطا ہوتی ہے اس کی مرضی پر منحصر ہے۔

بشکریہ تعمیر حیات ۲۵ جولائی ۲۰۲۱ء

اصلاح معاشرہ

حسن ظن اور بدگمانی

مولانا محمد رضوان گوہرندوی، محلّہ قلعہ نانپارہ، ضلع بہرائچ یوپی

باطن میں موجود چیزوں کا اظہار زبان، فکر اور عمل سے ہوتا ہے، دل کی دنیا جتنی منور، معطر، مشکبار، پُر بہار، پاکیزہ اور درخشندہ ہوگی افکار وخیالات میں ویسی ہی طہارت و نفاست، زبان میں ویسی ہی لطافت وشیرینی اور عمل میں اسی تناسب سے راست بازی اور سچائی ہوگی، حسن ظن اور حسن فکر کی بڑی قیمت ہے، حسن ظن پھل اور پھول ہے دل کے سرسبز باغ اور گلشن کا، خزاں رسیدہ باغ کے پیڑ پودے، ٹہنیاں، خوشے اور اس کے پھل پھول سب متاثر ہوتے ہیں جب کہ شاداب گلشن کا پتہ پتہ اور بوٹا بوٹا اپنی جوانی اور بہار کا اعلان کرتا نظر آتا ہے، اسی لئے جس کو اس بات کی تمنا ہو کہ وہ ہر طرف سے خوبصورت اور دلکش نظر آئے، دنیا اور آخرت کی منڈی میں اس کی قیمت زیادہ لگے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے ظاہر کے ساتھ اپنے اندرون کو بھی پاک صاف کرنے کی کوشش کرے۔

ظاہری وعظ سے کیا حاصل
اپنے باطن کو صاف کر واعظ

انسان کی فکر اس کے دل کی ترجمان ہوتی ہے، اگر دل کی آبیاری اچھے اور خوشبودار ماحول میں ہوئی ہے تو انسان کے فکر وخیال سے خیر کی خوشبو ضرور آئے گی، گویا ظن وگمان کا حسن دل کے آباد اور شاداب ہونے پر موقوف ہے، اچھی طینت وطبیعت کا آدمی اچھی فکر اور اچھے گمان کا حامل ہوگا، وہ بدظن اور بدگمان نہیں ہوگا، ہمیشہ خوش گمان اور خوش فکر نظر آئے گا، اسلام نے ہمیشہ اپنے ماننے والوں کو اچھائی اور خیر کی دعوت دی ہے، اس نے حسن ظن میں خیر کے بہت سے پہلو دیکھے اور بدظنی میں بے شمار مفاسد دیکھے، اسی لئے مثبت فکر اور حسن ظن کی دعوت دی اور صاف اعلان کر دیا کہ بعض گمان گناہ کی طرف دعوت دیتے ہیں، انسان کو تجسس اور تشکیک میں مبتلا کر دیتے ہیں، پھر انسان ایک دوسرے کی برائی کرتا پھرتا ہے، غیبت جیسے بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، اس لئے بدگمانی اور منفی فکر سے بچو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن الظن من حسن العبادة (سنن ابی داود) حسن ظن حسن عبادت میں سے ہے، یعنی انسان جب اچھی اور بے لوث عبادت کرتا ہے تو اچھے گمان اور اچھے خیال کی پرورش ہوتی ہے، اس کا اپنے رب کے ساتھ اچھا رشتہ ہوگا، وہ اپنے خالق و مالک کے حقوق ادا کرے گا تو ظاہر ہے بندوں کے متعلق بھی اس کا نظریہ خیر اور خوش گمانی کا ہی ہوگا۔

اچھی سوچ اچھی چیز کے حصول کا راستہ بناتی ہے، بری سوچ کا برا نتیجہ ہوتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی فرماتا ہے: انا عند ظن عبدی بی وانا معه اذا دعانی، میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں، جیسا وہ گمان

مجھ سے رکھے اور میں اس کے ساتھ ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے (ترمذی) اس سے بہتر کیا ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے پروردگار کو جیسا سوچیں اس کو اپنے گمان کے مطابق پاجائیں، یہی تو عین مطلوب ومقصود ہے، انسان جب سوچتا کچھ ہے اور پاتا کچھ ہے تو مایوسی اور محرومی کا شکار ہوجاتا ہے، یہاں تو محض حسن ظن سے گویا اپنی اصلی مراد کو پاجاتا ہے، اس کو اس کی محبوب منزل مل جاتی ہے، یہی تو اصلی کامیابی ہے، اللہ سے حسن ظن کا ایک اور فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ بندے کو دعاؤں کی توفیق حاصل ہوتی ہے، خواہ دعا وقت پر قبول ہو یا تاخیر سے، جو شخص اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اللہ تعالی اس کے گمان کو غلط نہیں ثابت ہونے دیتا، اس لئے اچھے گمان کے ساتھ جینا کامیاب زندگی کی علامت سمجھا گیا ہے۔

بدگمانی کو بڑھا کر تم نے یہ کیا کردیا
خود بھی تنہا ہوگئے مجھ کو بھی تنہا کردیا

حسن ظن کے ظاہری اور باطنی بہت سے فائدے ہیں، حسن ظن افکار وآلام کو کم کرتا ہے اور بلا وجہ گناہ گار بننے سے بچاتا ہے، حسن ظن سے شکوک وشبہات اور اوہام و وساوس کے راستے بند ہوتے ہیں، یقین اور اعتماد کا راستہ کھلتا ہے، بدخواہی، شر انگیزی اور انتقام کا جذبہ سرد پڑجاتا ہے، دوسروں کے بارے میں جب حسن ظن پیدا ہوگا تو اس کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو دامن عفو میں جگہ دینا آسان ہوجاتا ہے، بدگمان ہوکر انسان ذہنی اور جسمانی انتشار کا شکار ہوجاتا ہے، جب کہ حسن ظن سے سکون واطمینان ملتا ہے، بدظنی نفرت اور شدت کے شعلوں کو بھڑکاتی ہے اور حسن ظن سے محبت اور ہمدردی کی باد بہاری چلتی ہے، حسن ظن سے حقوق کی ادائیگی میں مدد ملتی ہے اور بدظنی سے اکثر حقوق تلف اور ضائع ہوجاتے ہیں، حسن ظن عبادت و بندگی سے قریب کرتا ہے اور بدظنی انانیت، کبر، اللہ تعالیٰ کے دروازے سے دور کرتی ہے، حسن ظن سے احترام انسانیت کی ترغیب ملتی ہے اور بدظنی سے انکار و جمود کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے، حسن ظن میں فائدے ہی فائدے ہیں اور بدگمانی میں نقصان ہی نقصان، ایک سے اچھا معاشرہ تشکیل دینے میں مدد ملتی ہے اور دوسرے سے معاشرے میں فساد و بگاڑ جنم لیتا ہے، حسن ظن کشادہ ظرفی، اعلی حوصلگی، بلندی اور بلند اقبالی کو دعوت دیتا ہے جب کہ بدظنی میں ایسا انقباض وتکدر ہوتا ہے جس کے تعفن سے پورا سماج نفرت کرتا ہے۔

جو اعلی ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہوکر بھرا کرتی ہے پیمانہ

آپ دوسروں کے بارے میں خوش گمان رہیں بلکہ آپ ان کے گمان سے بھی بہتر بننے کی کوشش جاری رکھیں، بدگمان ہوکر ان سے اپنے تعلقات خراب کرنے کے بجائے بہتر گمان کے ذریعہ ہمیشہ رشتے استوار رکھیں، اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ لوگ بھی آپ کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے، آپ کی محبوبیت کا دائرہ وسیع ہوگا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ من احب ان یقضی الله له بالخیر فلیحسن الظن بالناس جس کی یہ خواہش ہو کہ اللہ تعالی اس کے حق میں خیر کا فیصلہ فرمائے تو اس کو لوگوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہئے، ایک خوش فکر شاعر توفیق آل ناصر نے کیا خوب کہا ہے:

احسن بنا الظن انا فیك نحسنه
ان القلوب بحسن الظن تنسجم

آپ ہمارے ساتھ حسن ظن رکھیں ہم آپ کے ساتھ حسن سلوک کریں گے، دلوں کی ہم آہنگی تو حسن ظن کے ساتھ ہی ہے۔

والمس لنا العذر فی قول و فی عمل

لمس لك العذر ان زلت بك القدم

آپ ہمارے لئے ہر قول وفعل میں عذر تلاش کر لیجئے، جب آپ کے قدم ڈگمگائیں گے تو ہم بھی آپ کو معذور سمجھیں گے۔

لا تجعل الشك يبني فيك مسكنه

ان الحياة بسوء الظن تنهدم

شک وشبہ آپ کے اندر اپنا مسکن نہ بنائے کیوں کہ بدظنی کے ساتھ زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔

موجودہ معاشرے کی سب سے سنگین بات یہی ہے کہ یہاں ہر فرد اپنے کو سب سے بہتر، برتر، نقائص و عیوب سے پاک اور دوسرے کو کمتر، بدتر اور برائیوں کا کاروباری اور بیچاری سمجھتا ہے، درست بات یہ ہے کہ ہم سب کو ظاہر اور باطن دونوں کے اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، صرف ظاہر چمکیلا ہو اور باطن آلائشوں سے بھرا ہوا ہو یہ بھی غیر موزوں ہے اور باطن بہت پاک وصاف ہو اور ظاہر داغ دار اور تہمت زدہ ہو یہ بھی مناسب نہیں ہے، گھر کے اندر اور باہر دونوں جگہ بلکہ گھر کے ہر طرف اور ہر گوشے میں اجالے کی ضرورت ہے، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ

میرا ظاہر دیکھنے والے مرا باطن بھی دیکھ

گھر کے باہر ہے اجالا، گھر کے اندر کچھ نہیں۔

☆☆☆☆☆

......بقیہ صفحہ ۲۵ کا

تعمیر حیات لکھنؤ کی مجلس مشاورت میں راقم کو شامل کیا کچھ مدت قبل یہ مشورہ دیا کہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے مولانا علی میاں ندویؒ کی کتابوں پر جو تبصرے کیے ہیں، ان کو ’’صدق‘‘ سے نکال کر جمع کرو، یہ کام ابھی چل رہا ہے، اسی طرح گزشتہ ۷/اپریل کو جب اسپتال میں ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوا تو بہت بے تکلفی اور بشاشت سے ملے، خوب باتیں کیں، سنی وقف بورڈ کے متعلق گفتگو کی، مارچ ۲۰۲۱ء میں راقم وقف بورڈ کا رکن منتخب ہوا تھا، دیگر موضوعات پر دیر تک باتیں کرتے رہے، آخر میں یہ مشورہ دیا کہ اپنے کو علمی دائرے میں رکھو، مولانا دریابادیؒ پر اچھی طرح تحقیقی کام کرو، اس سلسلے میں نوجوان علماء کی ایک ٹیم بنا کر اپنی نگرانی میں کام کراؤ، عالم ناسوت میں مولانا مرحوم سے یہ آخری مفصل ملاقات ہوئی تھی، اس کے بعد ۷/مئی کو وہ راہی جنت ہو گئے، عشاء کی نماز کے بعد دارالعلوم کے وسیع احاطے میں ان کی نماز جنازہ استاذ گرامی قدر مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ مہتمم دارالعلوم نے پڑھائی، کووڈ ۱۹ کے ضوابط کی پابندی کا اثر نماز پر ظاہر ہو رہا تھا، اس کے بعد جنازہ رائے بریلی روانہ ہوا جہاں فجر کے بعد تکیہ کلاں میں تدفین ہوئی۔

کس کو لاتے ہیں بہر دفن کہ قبر ہمہ تن چشم انتظار ہے آج!

بہ گیتی گر کسے پابندہ بودے ابوالقاسم محمدؐ زندہ بودے

☆☆☆☆☆

سوانح

الحاج منشی عبدالغفور صاحب رعینی

جہد مسلسل کی ایک تصویر

اللہ تعالی نے ہر جگہ اور ہر نظام کے لئے الگ الگ شخصیات کو پیدا کیا اور ہر شخصیت اپنی بساط اور ہمت کے مطابق اللہ تعالی کی توفیق اور فضل سے اپنے مفوضہ امور کو انجام دیتی ہے، اور خوب سے خوب تر کرنے کوشش کرتی ہے، اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو تعمیری، دعوتی، اصلاحی اور اچھے کاموں میں صرف کرتی ہے، نہ اس کو کسی کی مدح سرائی کی پرواہ ہوتی ہے، نہ کسی کی مذمت و برائی کی، وہ للّٰہ فی اللہ اپنے کام میں مشغول رہتی ہے، یہ ایک پورا سلسلہ ہے، اور تاریخ انسانی ایسی شخصیتوں اور ایسے برگزیدہ بندوں سے بھری پڑی ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی جناب حضرت الحاج منشی عبدالغفور صاحب ناظم مدرسہ انوار القرآن نعمت پور کی شخصیت ہے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی مدرسہ انوارالقرآن میں لگا دی، ان کا کھانا پینا، ان کا سونا جاگنا، ان کا چلنا پھرنا، ان کے شب و روز، ان کی فکر و سوچ کا محور اور دینی جد و جہد اور قربانیوں کا مرکز، ان کی دینی و دنیوی آماجگاہ غرضیکہ ان کا اوڑھنا بچھونا مدرسہ ''انوارالقرآن'' تھا، وہ اسی کی ترقی کے لئے سوچتے تھے، اسی کی تعمیر و تبلیغ اور پروان چڑھانےکی فکر میں لگے رہتے تھے۔

انہوں نے ابتدائی تعلیم اور قرآن کریم کی تکمیل کے بعد ہی سے ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۵۵ء سے مدرسہ ''انوارالقرآن'' کی خدمت شروع کردی تھی، وہ اگرچہ کچھ دن مظاہر علوم سہارنپور کے دفتر میں بھی ملازم رہے، مگر جلد ہی چھوڑ کر مدرسہ ''انوارالقرآن'' میں آگئے، وہ شروع میں ہندی، ریاضی، اور ابتدائی اردو کی کتابیں پڑھاتے تھے، اور دفتری کام بھی کرتے تھے، اس زمانے میں حافظ شریف احمد صاحب رعینی مہتمم تھے، مگر دفتر وغیرہ کے تمام امور حضرت منشی جی ہی انجام دیتے تھے، جب حافظ شریف احمد صاحب مہتمم مدرسہ ''انوارالقرآن'' کا ۱۹۹۲ء میں انتقال ہوگیا، اس کے بعد حضرت منشی جی کو ناظم بنا دیا گیا، اور وہ تا دم واپسیں مدرسہ کے ناظم رہے، اخیر کے چند سالوں میں بعض ناعاقبت اندیشوں نے حضرت منشی جی کے ساتھ بدتمیزی بھی کی، جس کی بنا پر وہ مدرسہ سے الگ رہے، مگر پھر دوبارہ نظامت کے عہدہ پر بحال ہوگئے۔

حضرت منشی جی چونکہ والد صاحب حافظ عبد الستار صاحب عزیزی کے ساتھیوں میں تھے، اس لئے دونوں میں تعلقات بھی گہرے تھے، والد صاحب ''نعمت پور'' ڈاک خانہ میں پوسٹ ماسٹر تھے، اور'' ڈاکخانہ'' مدرسہ کے ایک

کمرہ میں تھا،اس لئے وہاں روزانہ ملاقات بھی ہوتی تھی، دکھ درد میں ایک دوسرے کے کام بھی آتے تھے،ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی ضرورت بھی پوری کرتے تھے، اس طرح سے ۳۴ سال ساتھ رہنا ہوا، والد صاحب ۲۰۰۳ میں ملازمت سے رٹائرڈ ہوگئے تھے،اس کے بعد بھی والد صاحب گاہے گاہے ان سے ملاقات کے لئے جاتے تھے ، راقم سطور بھی بعض مرتبہ ساتھ گیا، والد صاحب سے گہرے تعلق کی بنا پر وہ راقم سطور کے ساتھ بھی شفقت کا معاملہ کرتے تھے، جب پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کے سفر سے واپس تشریف لائے، تو انہوں نے راقم کو مزدلفہ سے چنی ہوئی کنکریاں بطور یادگار تحفہ کے دیں اور ایک کپڑے کا ٹکڑا دیا جس میں کعبۃ اللہ کا غلاف رکھا گیا تھا، دونوں چیزیں راقم کے پاس کافی دنوں تک یادگار رہیں، والد صاحب کے ساتھ مدرسہ میں یا ان کے گھر میں جانا ہوتا تو وہ بعض مرتبہ ماحضر بھی کھلاتے تھے، اور ہمارے بچپن میں والد صاحب مدرسہ انوار القرآن کے اساتذہ کی سال میں ایک مرتبہ دعوت کرتے تھے تو منشی جی بھی آتے تھے۔

جب راقم نے ۱۹ ؍اکتوبر ۲۰۰۰ء میں مرکز احیاء الفکر الاسلامی قائم کیا تو کئی مرتبہ مرکز میں تشریف لائے، ایک مرتبہ مندرجہ ذیل تحریر بھی لکھ کر عنایت کی............

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج نومبر ۲۰۰۶ء کی اٹھارہ تاریخ بروز شنبہ بعد نماز ظہر ’’مرکز احیاء الفکر الاسلامی‘‘، قصبہ مظفر آباد ضلع سہارنپور یوپی میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

اس کے لائق و فائق مؤسس و رئیس (ناظم) ماہنامہ ’’نقوش اسلام‘‘ کے چیف ایڈیٹر اسم بامسمی مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی سلمہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، موصوف نے ’’جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات‘‘ کے تفصیلی احوال وکوائف زبانی اور عملی طور پر بتلائے دکھلائے بعدہ مرکز میں خود ہمراہ لے جا کر ہر شعبہ کا معائنہ کرایا۔

خوش اسلوبی اور سلیقہ مندی دیکھ کر بے انتہا مسرت ہوئی، المختصر یہ کہ جوان بخت حضرت مفتی صاحب کی مدت قلیل کی سرگرم کاوشوں کے تعمیری تعلیمی تنظیمی نتائج وثمرات بطریق احسن واکمل برق رفتاری سے براہ ترقی گامزن ہیں، دونوں ہی درسگاہوں میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی ہورہی ہے، اللھم زدفزد، بحمد اللہ اب یہ جگہ فصل بہار آئی ہے خوب -فصل خزاں گئی ہے دور- کا صحیح مصداق ہورہی ہے۔

ماشاء اللہ جواں سال مفتی صاحب شریف النفس، وسیع الاخلاق اور بھرپور علمی صلاحیتوں کے مالک ہیں، ایک درجن سے زائد کتابوں کے مصنف ومؤلف، کئی زبانوں کے ماہر و مدرس اور جید عالم دین ہیں، اللہ رب العزت موصوف کے عزائم اخیار میں دوام وثبات پیدا فرمائے، مقاصد حسنہ اور متعلقہ مرکز نیز ادارہ بنات کے تمام منصوبوں، تجاویز وتدابیر کی تکمیل وتوسیع کے لئے اپنے نامعلوم ذخائر سے زائد از زائد مالی مدد فرما کر حوصلوں میں وسعت واستحکام بخشے، عمر واقبال میں بامن وعافیت برکت پر برکت فرمائے اور تا قیام قیامت- جلوہ گر ہو روزیاں نور الٰہی کی ضیاء آمین ثم آمین۔

عبد الغفور ناظم مدرسہ’’ انوار القرآن ‘‘نعمت پور، ۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ

اس کے بعد بھی منشی جی متعدد مرتبہ تشریف لائے، ہمارا بھی ان سے ملاقات کے لئے متعدد مرتبہ جانا ہوا،

جب راقم نے فروری ۲۰۰۶ء سے نقوش اسلام نکالنا شروع کیا تو منشی جی نے بھی کئی مرتبہ مضامین لکھ کر بھیجے، جو نقوش اسلام میں چھپے، اور نقوش اسلام کے تیسرے شمارے بابت مئی ۲۰۰۶ء میں منشی جی کا مندرجہ ذیل پیغام بھی شائع ہوا،

عزیز گرامی جناب مولانا مسعود عزیزی ندوی طول عمرہ

............سلام مسنون!

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کا پہلا شمارہ موصول ہوا، اس کا مطالعہ بغور وشوق کیا، ماشاء اللہ گنجینۂ علم وحکمت لگا، پہلا ہی شمارہ اتنا شاندار کہ صوری اور معنوی ہر پہلو سے آراستہ وپیراستہ ہے، جیسا سمجھا تھا اس سے کہیں زیادہ خوبصورت پایا۔

''نقوش اسلام'' اپنے ٹھوس اصول واسلوب اور حسین وجمیل اشاعت وپیشکش کے ذریعہ تمام قارئین کو دینی اور روحانی نفع کثیر پہونچانے میں بہرصورت کامیاب وکامران ہوگا، نیز اردو صحافت وادب کے زمرے میں اپنی مثال آپ بنے گا، زیر نظر پرچہ کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں، پاکیزہ خط، عبارت اچھی، اچھا ہے قلم کتابت اچھی، ہر گھر میں پھیلے نکہت اس کی ملک میں پہونچے شہرت اس کی۔ سرورق اپنی جلوہ طرازیاں لیے بہت خوشنما، مسجد رشید کی پیشانی کے چربہ سے مرصع حسن کا گلدستہ ہے، کاغذ وطباعت نہایت عمدہ، مضامین وپیغامات، مشاہیر واکابر اہل علم وفضل اور پختہ قلمکار ادباء ارباب علم ودانش حضرات کے بڑے وقیع پندونصائح سے مملو، عبرت ناک وسبق آموز، دینی شعور وفراست ایمانی، جدت وجلا پیدا کرنے والے لائق داد وتحسین اور قابل عمل ہیں۔

تا ابد قائم رہے یوں ہی سبیل میکشی
ساقیا یوں ہی رہے آباد میخانہ ترا

عزیز من ! نقوش اسلام کا اجراء دارین میں باعث عزوجاہ اور فخر وسعادت نیز انتہائی مستحسن ومبارک کارنامہ ہے، اللہ پاک اس کو علم وعرفان اور رشد وہدایت کا عمیق سرچشمہ ملک او رمعاشرۂ قوم کی ملی سماجی اصلاح وترقی کا مستحکم ذریعہ لمبے زمانے تک بعافیت تمام بنائے رکھے، آپ کے اس سارے مشن ومنصوبے میں بہار بے خزاں دائماً پررونق رہے، اخلاص وایثار سے معمور آپ کے دینی عزائم وپروگرام اورگرانقدر علمی خدمات وسرگرمیوں کوشرف قبولیت سے نوازے، عمرواقبال اورصحت وسلامتی میں برکت ووسعت فرمائے، رسالہ کا نفع لوگوں میں اورتام کرے۔

فرط مسرت وانبساط خاطر بصد خلوص واحترام تہنیت ومبارک باد بے شمار، اچھی اور بھلی تمناؤں کے ساتھ آپ اور آپ کے مؤقر جریدہ کے حق میں پیش ہیں۔

والسلام

عبدالغفور مدرسہ ''انوارالقرآن'' نعمت پور،

منشی جی کو اردو زبان سے بڑا لگاؤ تھا، اسی لئے انہوں نے اردو زبان کی پانچویں کتاب کی فرہنگ بھی تیار کی، جو راقم کے مقدمہ کے ساتھ مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے شعبہ دار البحوث والنشر سے ''شرح نایاب'' کے نام سے شائع ہوئی جو بہت پسند کی گئی، دوسرا ایڈیشن اس کا مدرسہ انوار القرآن سے شائع ہوا۔

۲۰ فروری ۲۰۱۲ء کو والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا، تو منشی جی نے والد صاحب کے نام مندرجہ ذیل تحریر لکھی، جو نقوش اسلام میں بھی شائع ہوی اور پھر راقم کی کتاب: ''والدہ مرحومہ'' میں بھی شائع ہوئی............

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی محترمی جناب الحاج ماسٹر عبدالستار صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۰ فروری ۲۰۱۲ یوم الاحد کو آں جناب کی رفیقہ حیات کے انتقال پر ملال پر نہایت رنج وغم ،اندوہ ملال ہوا، جو ایک فطری اور بشری جذبہ ہے،معلوم ہے کہ مرحومہ نیک سیرت، پاک طینت، نہایت خوش نصیب، با کردار صالح خاتون تھیں، سعادت مند، ہونہار لائق و فائق فرزندان ڈاکٹر مرغوب عالم اور با صلاحیت عالم دین مفتی مسعود عزیزی ندوی صاحبان کی والدہ ہونے کا شرف حاصل تھا،صوم وصلاۃ ،تقوی، طہارت، تسبیحات، ودیگر معلومات کی بڑی پابند تھیں،کلمہ حق پر روح نے قفس عنصری سے جائے بقاء کو پرواز کی،نماز جنازہ میں نمازیوں کا جم غفیر ہونا وغیرہ مرحومہ کی عنداللہ مقبولیت و مغفرت کی علامات سعیدہ ہیں،اب ہم سب کے لئے صبر ورضا اور مرحومہ کے لئے ایصال ثواب، بخشش کی دعاؤں کے علاوہ چارہ کار نہیں،لہذا یہاں مدرسہ ''انوار القرآن نعمت پور'' میں مرحومہ کی روح کو تمام طلبہ نے اور اساتذہ نے اجتماعی طور پر مدرسہ کی مسجد جامع میں ایصال ثواب کیا،اور دعائیں بھی کیں، کہ حق تعالی مرحومہ کی روح کو اعلی علیین میں اعلی سے اعلی مقام عطا فرمائے، بال بال مغفرت کے فیصلے فرمائے،اخروی درجات کو بلند سے بلند فرمائے:

خداوندا دے ان کو جنت میں جا
ملے ٹھنڈی ٹھنڈی بہشتی ہوا

تمام پسماندگان اور جملہ لواحقین بالخصوص آں جناب کے غم زدہ دل پر صبر جمیل کا القاء فرمائے، آپ کے اس حادثہ جاں کاہ میں اراکین مدرسہ برابر کے شریک ہیں،تعزیت مسنونہ خدمت عالیہ میں پیش ہے۔

شریک غم عبدالغفور ناظم مدرسہ انوار القرآن نعمت پور
یکم مارچ ۲۰۱۲ء

۷ جولائی ۲۰۱۶ء میں والد صاحب کا انتقال ہوا، تو منشی جی نے مندرجہ ذیل مضمون تحریر کیا، جو نقوش اسلام میں شائع ہوا،

میرے همراز و هم باز هم عصر اور هم عمر کی وفات:

آں جناب کے والد بزرگوار ،میرے برادر خرد الحاج حافظ عبدالستار صاحب ہمراز وہم باز وہم عصر وہم عمر کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج وغم کا احساس آپ اور آپ کے خاندان کے تمام افراد کو جس قدر ہوا ہے وہ ظاہر باہر ہے،مرحوم چونکہ میرے بچپن سے انتہائی مخلص پریمی اور بے لوث قریبی مصاحب تھے،اس لئے مجھے ان کے اس اچانک سانحہ ارتحال سے بڑا قلق وملال اور صدمہ ہوا ہے۔

صاف گوئی، حق بیانی اور خوش خلقی آپ کی ذات کا حصہ تھیں، خاکساری، کسر نفسی اور خاندانی شرافت بدرجہ اتم منجانب اللہ آپ کے قلب وجگر میں ودیعت تھی ،نسلاً شریف النفس وسیع الاخلاق تھے،طبیعت کشادہ،مزاج شگفتہ پایا تھا،کفایت شعاری اور جزرسی آپ کا طرۂ امتیاز تھا، آپ بڑے ذکی و ذہین اور فہیم تھے،اردو زبان وادب کے ممتاز ادیب ومفکر تھے، جامعہ اردو علی گڑھ کے تمام امتحانات اعلی نمبرات سے پاس کئے ہوئے تھے،عصری لائن سے جونیر ہائی اسکول اور نارمل اسکول (مظفر نگر) سے ماسٹری کے سند یافتہ تھے،ایک زمانے میں انجمن اصلاح الراعیان (جمعیۃ الراعین) کے جنرل سکریٹری کے عہدے کے فرائض بحسن وخوبی انجام دئے،سہارنپور ضلع کی قدیم وعظیم مشہور ومعروف دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کے شعبہ ریاضی میں درسی خدمات اعلی پیمانہ پر انجام دیں،بدیں وجہ طلبہ میں مقبول اور ذمہ داران میں محبوب رہے تھے،آپ خوش حال وخوش خصال معزز زمین دار گھرانے میں پیدا ہوئے تھے،اپنی زمین جائداد کی نگرانی اور بذات خود کاشتکاری بھی خوب کی ہے،۳۴ رسال نعمت پور کے پوسٹ آفس میں B.P.M کے منصب پر فائز رہتے ہوئے اپنی

ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھایا، اردو، ہندی، انگریزی اور انشاء پردازی آپ کی انفرادیت لئے ہوئے تھی، آپ کا اصلاحی تعلق حضرت اقدس مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری دامت برکاتہم سے تاحیات رہا، کتب دینیہ کا مطالعہ آپ کے معمول میں شامل تھا، علاوہ ازیں اور بھی بہت سے اوصاف وکمالات کے حامل تھے:

خدا بخشے ان گنت خوبیاں تھیں مرنیوالے میں

اب ہم سب کے لئے صبر وتحمل اور مرحوم کے لئے ایصال ثواب نیز اخروی درجات کی بلندی کی دعاؤں کے علاوہ کوئی شئ نفع بخش نہیں، یہی جانتے ہوئے یہاں مدرسہ میں بعد قرآن خوانی تمام اساتذہ وطلبہ نے مرحوم ومغفور ماسٹر جی کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا اور کرایا، مغفرت اور نجات کی دعائیں بھی کی گئیں، اللہ رب العزت مرحوم کی بشری لغزشوں سے درگزر فرما کر بال بال مغفرت کے فیصلے فرمائے، روح انور کو اعلی علیین میں جگہ دے، جملہ پسماندگان کے غمزدہ دلوں پر صبر جمیل القاء فرمائے، آمین۔

مرحوم کی نماز جنازہ میں جم غفیر کا ہونا، حضرت اقدس سنسارپوری دامت برکاتہم کا باوجود انتہائی نقاہت وکمزوری کے استقامت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھانا بڑی سعادت اور مغفرت کا باعث ہے، تدفین بستی کے قبرستان کلاں بنام امام علی شاہ میں انتقال والے دن ہی ۱۷/جولائی ۲۰۱۶ بروز یکشنبہ بعد نماز مغرب ہزاروں عزیز واقرباء اور دیگر سوگواروں کے ہجوم کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

ہو منور قبر تیری، روح کو آئے قرار
مغفرت ہو اور جنت کے مزے ہوں بیشمار

اس طرح منشی جی سے تعلقات کی ایک لمبی داستان ہے، جو ایک یادگار ہے، حضرت منشی جی اپنے وجود با مسعود سے مدرسہ کو رونق بخشتے ہوئے تھے، اور وہ اپنی زندگی کے ایام پورے کر رہے تھے کہ بالآخر رمضان سے قبل منشی جی کا ۲۳/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۸/مارچ ۲۰۲۱ء پیر کے دن انتقال ہوگیا، حضرت مولانا سید مکرم حسین نے نماز جنازہ پڑھائی، ایک جم غفیر نے جنازہ میں شرکت کی، اور دو مرتبہ نماز جنازہ ہوئی، اللہ تعالی حضرت منشی جی کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نیکیوں کا ان کو صلہ عطا فرمائے۔ آمین

......بقیہ صفحہ ۴۲ کا

کے یہاں بالا گنج میں گزاری، طبیعت نشاط اور شاداب تھی، وہ ذوق کے "قصر سلطانی" پر براجمان تھے، مزاج میں سادگی، لبوں پر مسکراہٹ رقصاں، محبت ومودت کے نشاں، علم وفکر کے آسماں، ادب وسخن کے کہکشاں، یہ نانا جانؒ کی کتاب زندگی کے عناوین تھے۔

انتقال سے ایک دن پہلے زندگی اپنے معمول پر تھی، البتہ جس دن وہ رخصت ہوئے اس دن کچھ طبیعت بے چین تھی، لیکن اندازہ نہ تھا کہ نانا جانؒ اتنی جلدی ہم سے جدا ہو جائیں گے، بہرحال اللہ کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کرنا یہی ہمارا ایمان ہے، وہ جاتے جاتے ہمیں شعر ونثر کے حسین جزیروں میں بسا گئے، ادب کے دریا میں نہلا گئے، اور سخن کی خوبصورت وادیوں کا اسیر بنا گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے، اور ان کی ادبی خدمات کو قبول فرمائے۔

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک۔

☆☆☆☆☆

جائزہ

آسمان شعروسخن کا قمر (قمر سنبھلی مرحوم)

انسان کیسا زبردست فاتح ہے، وہ دلوں کو بھی فتح کرلیتا ہے، اورقلعوں کوبھی، ملکوں کوبھی فتح کرلیتا ہےاورشہروں کوبھی، وہ خلامیں پرواز کا شوق بھی رکھتا ہے، اورستاروں پہ کمند ڈالنے کا ہنر بھی، وہ چاند پہ آشیانہ بنانے کا لطف بھی لیتا ہے، اور آسمان کی وسعتوں اوراس کی نیرنگیوں کا مزہ بھی، وہ دشت تو کیا دریا بھی نہیں چھوڑتا، بلکہ اس سے آگے بحرظلمات میں گھوڑے دوڑادیتا ہے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ ایسی شاندارفتوحات کی تاریخ رکھنے والے انسان کوموت فتح کرلے جاتی ہے، وہ اس کے ارمانوں کو بہالے جاتی ہے، اس کے خوابوں کے محل اڑالے جاتی ہے، میں نے ایک کتاب "اللہ اکبر" میں پڑھا تھا، اس کے مصنف لکھتے ہیں" سکندراعظم نے بڑی بڑی فتوحات کیں، مگر جب آخروقت آیا تو اس نے کہا: میں دنیا کو فتح کرنا چاہتا تھا، مگرموت نے مجھ کوفتح کرلیا (اللہ اکبر ص ۲۱۷-)

از! مولاناوحیدالدین خان!

کچھ اسی طرح ہمارے ناناجانؒ (قمرسنبھلی) جنہوں نے نصف صدی تک اپنی شعری اورنثری خدمات کے ذریعہ لوگوں میں اپنی عظمت کے قلعے تعمیر کیے، اوران کے دلوں کو فتح کیا، لیکن اچانک ۱۴/ اگست/ ہفتہ کی شب تقریباپونے گیارہ بجے ناناجانؒ کوموت نے فتح کرلیا۔

کون جینے کے لئے مرتا ہے
لوسنبھا لو اپنی دنیا ہم چلے

ولادت!

ناناجانؒ کا اصل نام سلطان الدین، اورادبی نام قمرسنبھلی تھا، ان کی پیدائش ۲/ستمبر/۱۹۴۲ءکوسنبھل کے علمی گھرانے میں ہوئی، آپ کے والد مولاناحکیم قاری حمیدالدین مرحوم جوخود علمی وفکری مملکت کے بادشاہ تھے، اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل بھی تھے. جہاں آپ نے امام العصرعلامہ انورشاہ کشمیریؒ، مفسرقرآن حضرت مولاناشبیراحمدعثمانیؒ جیسے اساطین علم وفن سے استفادہ کیا اور مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں قرائت اورتجوید کی باقاعدہ تعلیم بھی حاصل کی، اورمزیدسعادت کہ آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اجل بھی تھے۔

ناناجانؒ مولانا برہان الدین سنبھلی (دادامرحوم) کے چھوٹے بھائی تھے جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ التفسیر بھی رہے ہیں، جن کے علم وفکر کی روشنی آج پوری دنیامیں ان کے شاگرد پھیلارہے ہیں، اورجن کی عظمت کے نقوش ان کے چاہنے والوں کے دلوں پرثبت ہیں۔

تعلیم وتربیت!

ناناجانؒ کا مدرسہ ان کے والدگرامی رح کی شخصیت تھی،

جن کا سایہ اور جن کی دعاؤں نے ان کو وہ بلندی نصیب کی کہ جہاں تک بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے والوں کی رسائی بھی مشکل سے ہو پاتی ہے، نانا مرحوم نے اپنے والدؒ کے پاس ہی حفظ کیا، اورانہیں کے پاس رہ کرفن تجوید وقراءت سیکھا،ان کے والد ماجد کوعمر کے اخیر حصہ میں فالج کا مرض لاحق ہوگیا تھا جس کے سبب وہ ان کا سہارا بنے،ان کے والدخود کہا کرتے تھے،"میرا ایک بیٹا جسمانی خدمت کرر ہا ہے، اور دوسرا روحانی'' لہٰذا نانا جانؒ نے اپنے والد ماجد کی خوب خدمت کی، اسی وجہ سے وہ اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکے، لیکن اعلیٰ تربیت کے فیض نے ان کے اندر حسن ذوق کا بیج بویا، اورانہیں شہرت اور قابلیت کے آسمان میں اڑایا، اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد وہ ۱۹۷۰ء میں دہلی منتقل ہو گئے تھے، اور وہیں مدرسہ عالیہ فتح پوری میں تعلیم حاصل کی۔

ادبی تخلیقات!

آسمان شعروسخن پہ بے شمار ستارے ابھرے ہیں، اورابھر کے نکھرے ہیں، جنہوں نے اپنی ضیاپاش کرنوں سے جہان شعر وسخن کو روشنی بخشی، انہیں ستاروں کے بیچ جنہیں قمر'' قمر سنبھلی" کی حیثیت حاصل رہی، وہ ہمارے نانا جانؒ تھے، گویا ستارے جس کے گرد راہ تھے وہ قمر" قمر سنبھلی" آپ ہی تھے، دہلی آمد کے بعد نانا جانؒ نے شعری ونثری ذوق کی آبیاری کے لئے "انجمن تعمیر اردو" سے وابستگی اختیار کی، وہیں اس فن کو چار چاند لگانے کے لئے حضرت زاہد حیدریؒ کا دامن تھاما، نانا جان کی شاعری میں اخوت کی جہاں گیری اور محبت کی فراوانی ملتی ہے، یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم، کا درس ملتا ہے۔

نانا جانؒ نے غزل کو ایک نیا جہاں عطا کیا، اس کو نیا رنگ وآہنگ دیا، اس کے نئے صنم تراشے، اور اس کے چہرے پر لگے داغ ودھبوں کو صاف کیا، اور غزل کو نئے افکار اور تخیلات کے رنگوں سے سجا دیا، جس کے بعد اب ان کی شاعری کے رخسار پر یہ غازہ خوشنما معلوم ہوتا ہے۔

نانا جان کے اشعار دیکھیے!

روش عام سے ہم ہٹ کے ذرا چاہتے ہیں
ایک لہجہ سبھی لہجوں سے جدا چاہتے ہیں
اسی پر بس نہیں کہ وہ صرف لہجہ جدا چاہتے ہیں
بلکہ اپنے انداز سے جینے کی ادا بھی وہ مختلف چاہتے ہیں
کوئی انعام، نہ ہم داد وفا چاہتے ہیں
اپنے انداز سے جینے کی ادا چاہتے ہیں

مزید اشعار دیکھیں!

پھر وہی دور سے آتی ہوئی آواز کا لمس
پھر وہی شہد سی کانوں میں صدا چاہتے ہیں
اس قدر خوف ہے چہرے کی خراشوں سے انہیں
آئینہ بھی نیا چہرہ بھی نیا چاہتے ہیں

(آواز کا لمس ص۳۲)

ڈاکٹر گلزار دہلوی نے نانا جان مرحوم کے اسی نئے انداز اور لب ولہجہ پر داد دیتے ہوئے لکھا ہے کہ " محاسن ومعایب سے ان کی دلچسپی، علم عروضی وقوافی سے ان کا شغف، شعر کے فن سے انہماک اور روایتی شاعری میں نئے تجربات، نئے خیالات وتصورات، نئی تشبیہات، نیا لہجہ وآہنگ، جدت وجدیدیت سے ہم آمیز خوشبوؤں کی رچی بسی زبان ان کے ذوق سلیم کی غمازی کرتی ہے، قمر کی شاعری اتنے پہلوؤں اور اتنے محاسن سے بھرپور ہے کہ ہر گوشہ کا ذکر مختصر تعارفی جائزے میں سما نہیں سکتا'' اور خود نانا جانؒ کو اپنی شاعری پر اس درجہ

یقین تھا کہ وہ بول بیٹھے"

میں نے برتا ہے بہت سوچ سمجھ کر ہر لفظ
میرے اشعار سے فنکار سند لائیں گے (۲۸)

ناناجانؒ کے پاس دنیا کی چمک دمک اوراس کی دولت تو نہیں تھی، ہاں لیکن وہ احساس کی دولت سے سرشار ضرور تھے،ایک شاعر کے پاس اگر حساس دل ہےتو وہ دنیا میں سب سے بڑا مالدار ہے "الغنی غنی النفس" ناناجانؒ نے لوگوں کو اسی خوبصورت احساس کی شراب پلائی،اوراسی کے جام بھر بھر کے انڈیلتے رہے،وہ لکھتے ہیں!

اور کچھ پاس نہیں دولت احساس تو ہے
کیوں نہ ہم خود کو قمر! صاحب ثروت جانیں (۲۹)

ناناجانؒ کے اس شعر پر سلام بھیجئے کہ انہوں نے سخن کے نقصان کولبوں سے چوما،اورنفع کواوروں میں تقسیم کردیا۔

سخن کا نفع سب اوروں میں ہوگیا تقسیم
خسارے فن کے قمر سنبھلی نے چھین لیے (۳۱)

ناناجانؒ نے اپنی زندگی کواس شعر میں بیان کردیا،وہ اسی لئے دنیا کے شور میں گم نہیں ہوئے کہ کہیں اپنی ہی شناخت نہ کھو بیٹھیں۔

ایسا نہ ہو شناخت ہی کھو بیٹھوں میں قمر
مہلت نکال کر کبھی خود سے ملا کروں (۳۳)

ناناجانؒ کوفکر وخیال کی آزادی سے بہت پیار تھا، وہ اس کے قفس میں رہ کر زندگی گزارنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ وہ شاہین بن کرفضامیں اڑنااوروہاں اپنے نغمے بکھیرنا چاہتے تھے۔
وہ لکھتے ہیں!

مرے خیال کو زنجیر کر نہ پائے گا
مرا قلم ہی نہیں، وہ زبان بھی لیلے (۴۰)

بلکہ آگے پوری قوت سے قلم کوصفحات پر رقص کروایا اور صاف لفظوں میں کہ گئے۔

نہ چھین پائے گا مجھ سے تو حوصلہ میرا
سپر بھی، ہاتھ سے تیر وکمان بھی لیلے
ہے چھت خیال کی، خوش فہمیوں کی دیواریں
پسند اگر ہے تجھے، یہ مکان بھی لے لے
ہمیں تو شوق ہے موجوں سے کھیلنے کا قمر
نہیں ہے خوف جو وہ باد بان بھی لے (۴۰)

ناناجانؒ کی زندگی دھوپ چھاؤں کے عالم میں گزری، " کبھی راستوں میں تنہا اور کبھی ہوں ورودصحرا " کے مصداق تھی، وہ سردوگرم کی پرواہ کیے بغیر گھر سے باہر رہے، اوراپنے آپ کوتجربوں کی دھوپ میں نکھارتے رہے۔

دنیا کے سرد وگرم نے جینا سکھادیا
ہم تجربوں کی دھوپ میں تپ کر نکھر گئے

بلکہ انہوں نے یہ تمنا کی کہ زخم اور گہرا ہوتا کہ ان کی زندگی کا لطف دوبالا ہوجائے، زندگی کی معنویت اور لطیف ہوجائے۔

اچھا ہے زخم دل کے نہ ہوں مندمل قمر
کیا لطف زندگی کا، اگر گھاؤ بھر گئے۔(۲۶)

نانا جانؒ حقیقت کے اسٹیج پہ قائم رہنے والے انسان تھے،ان کواداکاری نہیں آتی تھی، اور نا ہی وہ اس کی خواہش رکھتے تھے.

ہر سمت اداکاروں سے اسٹیج سجے ہیں
تم کو قمر اب تک کوئی کرتب نہیں آیا (۹۰)

ناناجانؒکلیم عاجز کی اس صفت کے امین نظر آئے ، جس میں انہوں نے نم آنکھوں سے یہ کہا تھا کہ "ہمارے بعد

اردوئے معلیٰ کون سمجھے گا" اسی انداز میں نانا نے بھی کہا ہے

ہمارے بعد قلم کا امین کون بنے
کسے نصیب ہو اب تیشہ ہنر دیکھیں (۹۱)

اب یہاں غزل کی زلف برہم سنوارنے کے بعد نانا جان نے حمد اور نعت میں بھی اپنے قلم کے جوہر دکھائے ہیں، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار ان کا دل جسے انہوں نے اپنے قلم کے راستے سے امت کے سامنے رکھ دیا ہے۔

ذرا ایک نظر ادھر بھی ہوجائے!
نظر کا حسن بھی حسن خیال بھی اس کا
مرے ہنر میں ہے سارا کمال بھی اس کا
مرے قلم کی سیاہی بھی نور سے اس کے
ہر اک سخن میں ہے میرے جمال بھی اس کا
صدا اس کی سنوں دل کی دھڑکنوں میں بھی
لرزتے ہونٹوں پہ حرف سوال بھی اس کا (۱۹)
آئینہ بھی، آئینے میں منظر بھی اسی کا
ہے آنکھ کی پتلی میں سمندر بھی اسی کا (۳۳)

ناوک حمزہ پوری نانا جانؒ کے متعلق لکھتے ہیں

" شاعری کے اپنے آداب ہیں، یہ سپاٹ بیانیہ نہیں ہوتی، اس کی اپنے انداز وعلائم ہیں، ایجاز کے اصول ہیں اطناب کی اپنی حدیں ہیں اور مذکورہ نمونے جناب قمر کے کمال ہنرمندی کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں - آئینہ بھی آئینے میں منظر بھی اسی کا - پڑھا تو جھوم اٹھا - جو لوگ علم الابدان سے واقف ہیں وہی لوگ " پتلی میں سمندر " کی حقیقی داد دے سکتے ہیں۔

یہ ہے شاعرانہ ہنرمندی یہ ہے بصیرت کا کمال سبحان اللہ " (روشن روشن حرف ۲۱)

اسی طرح نعت پاک کی کچھ جھلکیاں بھی دیکھ لیں!

کون ہے یہ دو دو پیٹ سے پتھر باندھے ہوئے؟
رہ کے خود فاقوں سے اوروں کو کھلا دیتا ہے کون
کس کو اپنے واسطے بوسیدہ کملی ہے پسند
سر برہنہ اپنی امت کو ردا دیتا ہے کون (۹۷)
بادشاہی میں بھی کس کو ناز ہے افلاس پر
اے قمر " الفقر فخری " کی صدا دیتا ہے کون (۹۷)

نانا جانؒ کی شوخی تحریر نے صرف بوڑھوں اور نوجوانوں کو ہی متاثر نہیں کیا، بلکہ ان کے فردوس تخیل نے بچوں تک کو شعر وادب کے آبشاروں میں لا نہلایا، نانا جانؒ نے بچوں کی ذہنی اور فکری پرواز کے لئے ایک کتاب " پھول آنگن کے " لکھی، جس کے سرورق پر ان کے نواسوں کی فوٹو بھی موجود ہے، یہ کتاب انہوں نے بچوں کی ذہنی سطح کو سامنے رکھ کر لکھی، تاکہ ان کے اندر صحیح اسلامی فکر کا درخت اگ سکے، اس کے اندر خدا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے نمونے پیش کیے، اور انہیں اچھے کاموں کی طرف رغبت بھی دلائی۔

نانا جانؒ اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں بچوں کی ذہنی سطح سب کی یکساں نہیں ہوتی، اسی طرح عمر وتعلیم کے اعتبار سے بھی ان کی اخذ وقبول کی صلاحیت مختلف ہوتی ہے، کچھ بچے اشاروں کی زبان سمجھنے کے اہل ہوتے ہیں اور کچھ کے لئے ان سے براہ راست خطاب مفید بلکہ بعض حالات میں ضروری بھی ہوتا ہے، یہی سبب ہے کہ اس مجموعہ میں " عصری اور روایتی " دونوں تقاضوں کا خیال رکھا گیا ہے "

(پھول آنگن کے ص-۱۴-)

اس کتاب کے آنگن میں نانا جانؒ نے واقعی رنگ برنگے

خوبصورت پھول جمع کر دیے ہیں،جس میں انہوں نے مناجات،حمد،قلم،ماں،لوری،نانا میاں،ریل گاڑی،تتلی،آم کا موسم،امتحاں،محنت کا پھل،چھٹیاں،ننھا نبیل،اخبار کا قاری، ناشتہ کرکے پڑھنے جاؤ،پھول آنگن کے،برسات،عزائم،اچھا بچہ،جشن آزادی،نصیحت کے موتی،جیسے عناوین کا انتخاب کیا ہے۔

نانا جان رح نے" تتلی" کا جونقشہ اپنے الفاظ میں کھینچ کر رکھ دیا ہے۔وہ دیکھیں!

نیلی نیلی، اودی، دھانی!
گل کی سہیلی، باغ کی رانی
پنکھ سنہرے لال ہرے ہیں
کیسے خدا نے رنگ بھرے ہیں
شوخ کلی کی پھول کی نرمی
اس میں شامل سرخی شفق کی
رقص کرے جب کھلی ہوا میں
حسن سا بکھرے فضا میں
ماند ہیں تارے اس کی چمک سے
رنگ چرائے اس نے دھنک سے
ڈالی ڈالی گھوم رہی ہے
پھولوں کا منھ چوم رہی ہے
سارے چمن کا پیار ہے تتلی
حق کا حسیں شاہکار ہے تتلی

(پھول آنگن کے۔ص-۵۴تا۵۵)

اس کے علاوہ نانا جانؒ نثری جہاز میں بھی سوار ہوئے ہیں،اوراس وادی کی بھی خاک چھانی ہے،جس کی ایک واضح مثال ان کی کتاب"میری نظر میں ادبی شخصیات"ہے،جوان کے تاثراتی تعارفی اور بعض لوگوں کو جو انہوں نے خراج عقیدت پیش کیا ہے اس کا مجموعہ ہے، دراصل یہ وہ مضامین ہیں جو مختلف جرائد ومجلّات میں شائع ہوتے رہے ہیں، نانا جانؒ نے وہاں سے سارے پھول چنے اورایک نثری چمن تیارکیا،جس کا نام"میری نظر میں ادبی شخصیات"رکھا۔

ایک جگہ مجھے نانا جانؒ کا ایک مضمون ملا،جس میں وہ غزل کی دلہن کومہندی لگاتے اوراس کوسجاتے اورسنوارتے نظر آتے ہیں۔

لکھتے ھیں!

"غزل ایسی حسین وجمیل سدابہاراور معمر دوشیزہ سخن ہے کہ اس کی جیسے جیسے عمر بڑھ رہی ہے،اس پر نکھار پر نکھار آتا چلاجارہا ہے،جہاں اس کی زلف گرہ گیر کے اسیروں میں اس کے قدامت کے دلدادہ اور روایت کے شیدا نظر آتے ہیں،وہیں ترقی پسند بھی اس کی مشاطگی کرتے دکھائی دیتے ہیں،غرض افکار وخیالات کی یہی رنگا رنگی غزل کے دامن کو گلستاں بنائے ہوے ہے،اور یوں تمام گلشن سخن اردو کی اس عظیم صنف کی خوشبوؤں سے مہکا ہوا ہے"

یہ تھے نانا جانؒ کے نثری اورشعری نمونے،جس کے ذریعہ انہوں نے نسل نو کے اندرزبان وادب کا صور پھونکا،اپنی بات کومحبت کے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا،ایسا کہ جیسے ایک ایک لفظ دل کے قصر میں اتر رہا ہو۔

اس کے علاوہ نانا جانؒ کئی ادبی رسائل میں بحیثیت معاون مدیر شامل رہے،جس کے ذریعہ وہ ادب کی خوشبو بکھیرتے رہے، جن میں ماہنامہ " رہنمائے تعلیم" دہلی- سہ ماہی"ایوان ادب"دہلی۔ماہنامہ " گل کدہ"اور ماہنامہ " رہنمائے تعلیم جدید"جیسے مجلّے شامل ہیں۔

انہوں نے شعروسخن کی کائنات کو وسعت دینے کے لئے جدید ٹیکنالوجی کے پلیٹ فارم پر بھی قدم رکھا، ٹی وی اور مختلف چینلز کے ذریعے اپنے کلام سے سامعین کے تار دل کو چھیڑا، اور کل ہند مشاعروں میں شرکت کرکے داد تحسین حاصل کی۔

قطعہ تاریخ میں مہارت!

یہ فن اب تقریباً اپنی عمر مکمل کر چکا ہے، اور نئی نسل کو تو معلوم بھی نہیں کہ یہ کس چڑیا کا نام ہے، نانا جانؒ نے اس میں بھی طبع آزمائی کی ہے، جس کی ایک مثال اپنے بڑے بھائی مولانا برہان الدین سنبھلیؒ کی وفات کے بعد لکھا گیا ان کا یہ قطعہ ہے۔

(مرد پاک باطن، شیخ التفسیر)۲۰۲۰ء

(نیک مزاج حضرت مولانا برہان الدین) ۲۰۲۰ء

سخت معذوری میں ہمت سے گزارے کئی سال
لب پہ آیا نہ کبھی حرف شکایت ایک بار
وہ بہرحال رہے صبر ورضا کا پیکر
بر محل جملہ تاریخ ملا '' شکر گزار
۱۴۴۱ھ

زھد و استغنا!

نانا جانؒ زہد واستغنا کے ہفت اقلیم پر تھے، خدا تعالی کا ہمہ وقت استحضار رکھتے تھے، ایک مرتبہ دہلی قیام کے دوران انہیں بالی ووڈ کی طرف سے آفر ملا کہ وہ فلم کے لئے گانا لکھ دیں، لیکن انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا، " گویا زبان حال سے کہ رہے ہوں "قال معاذ الله إنه ربى أحسن مثواى" اور پھر پوری زندگی " والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا وخیر أملا" کی تفسیر بنے رہے۔

تصنیفات!

" آواز کالمس "(شعری مجموعہ) ۱۹۹۹ء

" پھول آنگن کے "(بچوں کے لئے نظمیں) ۲۰۰۳ء

" جزیرے خواب کے "(شعری مجموعہ،)۲۰۰۴ء

" روشن روشن حرف "(حمد ونعت)۲۰۰۸ء

میری نظر میں ادبی شخصیات (نثر)۲۰۱۱ء

اس کے علاوہ غیر مطبوعہ کتابوں میں قافلہ رفتگاں، ادبی کہکشاں، برمحل، مذاق نظر، تلخ وشیریں، بساط حرف وغیرہ شامل ہیں۔

اعزازات۔

آواز کالمس کتاب پر "نیا سفر" دہلی کی جانب سے شال کا ایک گرانقدر ہدیہ عطا کیا گیا، ۱۹۹۹ء میں ادبی سنگم غازی آباد کی طرف سے چالیس سالہ ادبی خدمات پر " مہدی نظمی ایوارڈ دیا گیا۔

۲۰۰۱ء میں کل ہند مقابلہ قراءت منعقدہ غالب اکیڈمی نئی دہلی سینیر گروپ میں اول انعام سے نوازا گیا، حمد ونعت اکیڈمی کی طرف سے ۲۰۰۸ء کو حضرت حسان ایوارڈ سے نوازا گیا، ایوارڈ برائے شاعری ۲۰۱۱ء اردو اکادمی دہلی کی جانب سے بدست وزیر اعلیٰ دہلی دیا گیا، ماہنامہ "ہمارا دور" دہلی کے ایک شعری مقابلے میں ۱۹۸۲ء کو ایک ایوارڈ دیا گیا، اس کے علاوہ راشٹرپتی بھون نءدہلی اور لال قلعہ کے قومی مشاعروں میں شرکت کا موقع ملا۔

آخری بات!

بہرحال باون سال کی طویل مسافت کے بعد وہ دہلی سے لکھنؤ شفٹ ہوگئے تھے، چاندنی چوک میں ان کا قیام تھا، ۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۲ء تک دہلی کی زلفوں میں آباد رہے، اس کے بعد پوری زندگی اپنی بڑی بیٹی کے بقیہ صفحہ ۳۶ر پر......

موجودہ حالات میں فلسطین کے حل کے امکانات

’’فلسطین‘‘ ملک شام کے مغربی جنوبی حصے کو کہا جاتا ہے، یہ براعظم ایشیاء کے مغرب میں، بحرابیض متوسط کے ساحل پہ واقع ہے، اس کی حیثیت براعظم ایشیاء و براعظم افریقہ کے درمیان ذریعہ ارتباط کی ہے، اس کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ یورپ سے بھی قریب ہے، اس کے شمال میں لبنان، شمال مشرق میں سیریا، مشرق میں اردن اور جنوب میں مصر واقع ہے، اس کی متعارف سرحدوں کے حوالے سے اس کا کل رقبہ ۲۷۰۰۰ (ستائیس ہزار) مربع کلومیٹر ہے، یہاں کی آب وہوا معتدل ہے، اور بحرابیض متوسط کا سارا خطہ ہی معتدل آب وہواوالا شمار کیا جاتا ہے، سرزمین فلسطین دنیا کے قدیم ترین تہذیبی علاقوں میں سے ایک ہے، جدید ترین دریافت کے مطابق ۹/ ہزار سال قبل مسیح، استحکام وزراعت کی زندگی کی طرف سب سے پہلے انسان نے یہیں اپنی منزل طے کی تھی، اسی کی گود میں دنیا کا قدیم ترین شہر ’’اریحا‘‘ معرض وجود میں آیا تھا، یعنی ۸/ ہزار سال قبل مسیح، ہنوز ارض فلسطین مختلف تہذیبوں کا گہوارہ ہے۔

فلسطین ارض مقدس ہے، یہ قبلہ اول اور ثالث الحرمین ہے، قرآن مجید میں پانچ مرتبہ لفظ ’’بارکنا‘‘ اس جگہ کے لیے استعمال ہوا ہے اور پانچوں مرتبہ یہ لفظ شہر قدس سے متعلق ہے، نماز فرض ہونے کے بعد ۱۶/ ماہ تک مسجد اقصی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی گئی، اسراء ومعراج کا واقعہ بھی اسی سرزمین سے متعلق ہے، اسی سفر میں رسول خدا نے تمام انبیاء کی امامت کی، یہ سرزمین انبیاء وصالحین کی پناہ گاہ رہی ہے، شہداء کے خون سے کوئی اسلامی سرزمین اتنی لالہ زار نہیں ہوئی جتنی سرزمین اسراء ومعراج ہوئی ہے، جہاں یہ سب حقائق ہیں اور اس کی برکتیں مسلمہ ہیں، وہیں یہ بھی المیہ ہے کہ یہ مقدس سرزمین آج دشمنوں کے نرغے میں ہے۔

فلسطین کے حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے یہ بات صاف محسوس ہوتی ہے کہ اسلامی دفاعی طاقت مادی اعتبار سے بھی اور ایمانی وروحانی اعتبار سے بھی دشمن کے مقابلہ میں بہت کم ہے، اس لیے جب تک تمام اسلامی طاقتیں ایمانی وروحانی اعتبار سے متحد وہم آہنگ نہ ہوں گی، اس وقت تک مسلمان خاص طور سے فلسطینی مسلمان اپنے خلاف خطرات ومشکلات پر صحیح طور پر قابو نہ پاسکیں گے، اس لیے ضروری ہے کہ وہ ایک ہوجائیں، بلکہ دشمن کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں:

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

۶۳۶ء میں مسلمانوں کا اقتدار شہر قدس پر ہوا، پھر ۹۹۰ء تک مسلمانوں نے اس کے تقدس کی حفاظت کی، اس کے بعد عیسائیوں نے ۱۰۹۹ء میں اس شہر مقدس کی تمام حرمتوں کو پامال کرتے ہوئے قبضہ کرلیا، آخر ایک صدی کی وحشت ناکیوں کے بعد خاندان کرد کے ایک مرد مومن سلطان صلاح الدین ایوبیؒ (۱۱۳۷-۱۱۹۳ء) کے ہاتھوں ۱۱۸۷ء میں پھر ارض مقدس اس کے امینوں کے ہاتھوں میں آگئی، یہ سلسلہ چلتا رہا، دشمنان اسلام سازشیں رچتے رہے (Tudar Herzel) ٹیوڈار ہرزیل نے ۱۸۹۷ء میں سوئیزرلینڈ میں پہلی بار یہودی وطن کے قیام کا منصوبہ پیش کیا، اور آخرکار ۱۵؍مئی ۱۹۴۸ء کو مملکت اسرائیل قائم ہوگئی، اس طرح ساڑھے سات سو سال بعد فلسطین صلیبیوں اور صہیونیوں کے اتحاد اور مشترکہ سازشوں اور مسلمانوں کی کمزوریوں کے نتیجے میں ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور پھر جون ۱۹۶۷ء میں ان بدباطنوں نے قبلہ اول مسجد اقصی کو بھی اپنے غاصبانہ قبضہ میں لے لیا، یہ ایک بڑی تلخ کہانی ہے، آج مسجد اقصی پر قبضہ ہوئے ۵۴ سال کا عرصہ ہورہا ہے، مسلمان اپنی غفلت وکمزوریوں کے باوجود کوشش میں لگے ہیں، خدائے پاک پھر اس کو آزاد کرادے، آج ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو بالعموم اور طالبان علوم نبوت کو بالخصوص اس سانحہ کی تاریخ اور اسباب عروج زوال سے واقف کرایا جائے اور فلسطین کے مسئلہ کا حل نکالنے کی کوشش کی جائے، اسی مناسبت سے پورے عالم میں پروگرام منعقد کرائے جارہے ہیں، رسالے اور مضامین شائع کئے جارہے ہیں، تاکہ مسلمانوں کو ۵۴ سالہ غاصبانہ دور کے بارے میں واقف کرایا جائے اور قبلہ اول کی بازیابی کے لیے ان کی ذمہ داریوں کو بتایا جائے۔

دراصل مسئلہ فلسطین صرف فلسطینی مسلمانوں کا ہی مسئلہ نہیں بلکہ یہ پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے اور مسلمانوں کا اس سے تعلق ایک مذہبی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے مسائل سے غفلت اور ناواقفیت ایک مسلمان کے لیے کسی بھی طرح مناسب نہیں، یہ اس وقت کا بہت حساس قضیہ ہے، اس کے حل کی ذمہ داری تمام اسلامی ممالک کے حکمرانوں اور تمام مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے، اس وقت مسلمان خواب غفلت میں ہے، جب یہ بیدار ہوجائے گا اور مسلمانوں میں کوئی صلاح الدین ایوبی ابھرے گا تو انشاءاللہ فتح وکامرانی مسلمانوں کی ہوگی اور دشمنان اسلام اور اس پاک سرزمین پر ناپاک عزائم رکھنے والے اور ناجائز قبضہ کرنے والوں کو منھ کی کھانی پڑے گی اور اس سرزمین سے ان کو اکھاڑ پھینکا جائے گا یا جہنم رسید کردیا جائے گا۔

فلسطین میں اسرائیلی ریاست کی تخلیق کی وجہ جواز کے طور پر یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ فلسطین اصلاً یہودیوں کا قدیم وطن ہے، اس دلیل کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی وفات کے بعد نبی اسرائیل فلسطین پہنچے تھے

اور ابھرتے ڈوبتے انہوں نے وہاں اسرائیل کے نام سے ایک ریاست بھی قائم کی تھی، پھر گردش زمانہ نے ان کو ہمیشہ کے لیے وہاں سے جلاوطن کر دیا ، فلسطین میں مملکت اسرائیل کے جواز کے طور پر یہ دلیل بالکل غیر منطقی ہے، اس لیے کہ بیشتر انگریز مسیحی مؤرخین ،عرب مؤرخین کی اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ یہودیوں سے پہلے یہاں عرب آباد تھے ، اس کے علاوہ پوری انسانی تاریخ میں فلسطین میں یہودی ،عیسائی اور مسلمانوں کے زمانہ قیام کا تجزیہ کیا جائے ،تو اس سے بھی یہ بات واضح ہو جائے گی کہ مسلمان اور خصوصاً عرب مسلمانوں کا اس پر زیادہ حق ہے۔

ان تمام باتوں سے قطع نظر اگر ہم یہ تسلیم کر بھی لیں کہ چونکہ چھٹی صدی قبل مسیحی میں یہاں پر یہودی آباد تھے اور ان کی اسرائیل نامی ایک ریاست قائم تھی اور یہ کہ یہ سرزمین ارض موعودہ ہے، اس لیے یہودیوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ فلسطینیوں کو نکال کر خود بس جائیں، اگر اس منطق کو مان لیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خالق اسرائیل برطانیہ، انگلستان کو اس کے اصل باشندے سیل کے لیے خالی کر دے، امریکہ کو بھی ارض امریکہ اس کے اصل اور قدیم باشندوں سرخ ہندیوں کے لیے خالی کرنا پڑے گا، اس لیے کہ امریکہ نے ساڑھے آٹھ کروڑ سرخ ہندیوں کا قتل عام کر کے اس سرزمین کو ان سے چھینا ہے، اور جاپان کو بھی ارض جاپان اس کے قدیم باشندوں اینس کے لیے خالی کرنا ہوگا، اور اس طرح جدید عالم کا پورا نقشہ بدلنا ہوگا، اسپین کو بھی عربوں کے لیے خالی کرنا ہوگا، اگر یہ نہیں ہو سکتا تو مشرق وسطی کے بحران کا واحد حل یہ ہے کہ اسرائیل کو تحلیل کر کے سرزمین فلسطین اس کے اصل باشندوں عربوں کو لوٹا دیا جائے۔

تاریخ نے آج ثابت کر دیا ہے کہ المیہ فلسطین کی اساس یا مملکت اسرائیل کا سب سے بڑا خالق ترکوں کے خلاف عرب بغاوت تھی ، Balfour بالفور منشور مجوزہ ۱۹۱۷ء مملکت اسرائیل کی طرف پہلا قدم اور آج شرق اوسط بحران کی بنیاد ہے، لیکن ہم اس وقت یہ جائزہ لیں گے کہ جب یہ منشور صادر ہوا، اس وقت خلافت عثمانیہ کی کیا پوزیشن تھی ،عرب قیادت کا اس میں کیا رول تھا ، بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس بحران کا خالق اصلاً عرب قیادت ہی تھی۔

یورپ بلکہ ایشیاء اور شرق اوسط سے خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کی سازش مسیحی قوتیں صدیوں سے کر رہی تھیں، پہلی جنگ عظیم سے بہت پہلے یورپ نے ترکی کے خلاف محاذ کھول دیا تھا، جس میں برطانیہ پیش پیش تھا، متحدہ بلقان ، بلغاریہ، سربیا اور یونان میں ترکوں کے خلاف بغاوت کرائی گئی، ۱۹۰۴ء سے ۱۹۴۰ء تک یورپ کے اکثر خطے ترکوں کے ہاتھ سے نکل گئے، ایسے حالات میں ترکوں کی شاندار خدمات ، خلافت عثمانیہ کے ذریعہ اسلام کی بالادستی، خلفاء ترکی کا حرمین کی طرف انتساب پر فخر اور یورپین ممالک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنے کے عزم کا تقاضہ تو یہ تھا کہ پورا ملک عرب

بیک آواز ترکی کی حمایت کے لیے کھڑا ہو جاتا، لیکن برا ہو قومی عصبیت اور سلطنت وریاست کی حرص وطمع کا، جس نے عرب قیادت کے سربراہ شریف مکہ کو مجبور کیا کہ وہ نہ صرف یہ کہ ترکوں کی حمایت نہ کریں بلکہ ترکوں کے خلاف بغاوت، خلافت عثمانیہ کے خاتمہ اور ترکوں کو تہ تیغ کرنے کے لیے سازش کریں اور ترکوں کو زیر کرنے کے لیے برطانیہ اور ان کے اتحادیوں کو دعوت دیں، ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۷ء تک شریف مکہ اور برطانیہ کے درمیان شریف مکہ کے تینوں بیٹے سفارت کا کام کرتے رہے، برطانوی فوجی ملازم لارنس آف عربیہ ایک طرف برطانیہ کا جاسوس تھا، دوسری طرف وہ عربوں کا دوست ناصح بنا بیٹھا تھا، وہ عربوں کی سرگرمیوں کی رپورٹ برطانیہ کو دیتا اور پھر ان کی ہدایت وایماء کے مطابق فیصلے کرنے پر عرب قیادت کو مجبور کرتا، شریف مکہ کو یہ باور کرایا گیا کہ ترکوں کے خاتمہ کے بعد ایک آزاد عرب خلافت ان کے حصہ میں آئے گی ، چنانچہ عرب قیادت کھل کر ترکوں کے خلاف میدان میں آ گئی ، یورپین محاذ پر ترک ایسے ہی زخم خوردہ تھے، عرب بغاوت نے ان کی کمر توڑ دی اور آخر کار بالفور منشور سے چند دن پہلے برطانیہ نے فلسطین پر قبضہ کر لیا اور مجبوراً ۸/ دسمبر ۱۹۱۷ء کو ترکوں کو فلسطین سے نکلنا پڑا، اس لحاظ سے اگر بالفور منشور مملکت اسرائیل کی بنیاد ہے، تو عرب غلط قیادت بالفور منشور کے وجود کا سبب ہے، اس عرب اور یورپ دوستی کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ شریف مکہ کو جس آزاد ریاست کا خواب دکھلایا گیا، وہ کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا، عرب قیادت کی یہ ایسی تاریخی غلطی ہے جس پر تاریخ اس کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

فلسطین کا مسئلہ اس وقت تک ناقابل حل رہے گا جب تک عرب قیادت شریف مکہ جیسے لوگوں کے ہاتھ میں رہے گی ، خود فلسطین میں ایسے لوگ اپنی قیادت کو ثابت کریں گے جن کا اسلام اور فلسطینی مسلمانوں کی ہمدردی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ، اور مملکت اسرائیل اس وقت تک پھلتا پھولتا رہے گا، جب تک لارنس آف عربیہ جیسے غدار جاسوس مسلم قیادت کا مشیر او رخیر خواہ بنا رہے گا ، جائزے ، تجزیئے اور رپورٹیں موصول ہو رہی ہیں ، کہ مملکت اسرائیل اندرونی طور پر بکھر رہا ہے اور یہ کوئی بعید نہیں، اور اس کا ظلم اور اس کی بربریت اور جارحیت حدوں کو پار کر کے آسمانوں کو چھو رہی ہے، اس لیے "وللّٰہ جنود السمٰوات والأرض" خالق کائنات مداولت فی الارض کے قانون کے تحت مملکت اسرائیل کو لمحہ بہ لمحہ زوال کے قریب لے جا رہا ہے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ مستقبل کا مؤرخ ہمارا اور موجودہ عرب وغیر عرب مسلم قیادت کا شمار کس فہرست میں کرے گا، شریف مکہ یا لارنس آف عربیہ کی فہرست میں، یا پھر ان غیوروں کی فہرست میں جن کو تاریخ شہرت دوام کا تاج زریں عطا کرتی ہے، یہ فیصلہ ہمارے ہاتھوں میں ہے، اور یہ بات بھی مخفی نہیں ہے کہ فلسطین کی آزادی ، مسجد اقصی کی بازیابی، شہر قدس کی واپسی اور فلسطینیوں کی اپنے گھروں میں آ بسنے اور چین سے دوبارہ رہنے کے خواب کی تعبیر

صرف اور صرف جہاد مقدس ، مخلصانہ مزاحمت اور سرفروشانہ جدوجہد ہی سے نکل سکتی ہے، اس کے سوا سارے راستے گہری کھائی میں جا کرگرتے ہیں، جس میں لڑھک جانے کے بعد اس سے نکلنے کی کوئی امید نہیں، یہ ایسی سچائی ہے جو نہ صرف یہود واہل صلیب کے حوالے سے، مسلمانوں کے تاریخی تجربے سے ثابت ہے بلکہ فلسطین کے اس مسئلے کا ازاول تا آخر جائزہ (جو یہود واہل صلیب کی یگانگت اور فرزندان اسلام اور خود اسلام کے تئیں ان کی نہ ختم ہونے والی عداوت کی کوکھ سے پیدا ہوا تھا) بھی اسی حقیقت کی اتنی بار اور اتنے طریقوں سے تصدیق کرتا ہے کہ ان کے بیان کے لیے الفاظ ساتھ نہیں دیتے۔

اس لیے فلسطین کے حل کے امکانات اسی صورت میں ہیں جب کہ مذکورہ لائحہ عمل کو اپنایا جائے اور مسلمان اپنی زندگی میں مکمل طور پر اسلام اور ایمان کو جگہ دے، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے "وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین" کہ تم ہی سربلند ہوں گے اگر تم سچے پکے مسلمان ہو، پھر کیا بات ہے کہ مسلمان اتنے دن سے مزاحمت کر رہا ہے، لیکن کامیابی نہیں مل رہی ہے، اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ سربلندی اور کامیابی کے لیے جس ایمان کی ضرورت ہے، اس سے مسلمان عاری اور خالی ہیں، رہا مسئلہ مسلم حکمرانوں اور اسلامی حکومتوں کا، تو اگر تجزیہ کیا جائے، تو وہاں بھی ایمان والے ہتھیار کی کمی ہے، ورنہ کیا بات ہے کہ مٹھی بھر اسرائیل، مٹھی بھر یہودی دنیا بھر کے ایک ارب سے متجاوز مسلمانوں کے لیے سردرد بنے ہوئے ہیں، کیا مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں اور مسلم حکمرانوں کے پاس مادیت کی کمی ہے؟ یا فوج کی کمی ہے؟ یا اسلحہ اور ہتھیاروں کی کمی ہے؟ یا اعلی دماغ کی کمی ہے؟ نہیں! نہیں! کسی چیز کی کمی نہیں ہے، اگر کمی ہے تو ایمان کی ، اللہ پر ایمان پختہ نہیں ، اللہ پر توکل مکمل نہیں ، اللہ کی ذات پر بھروسہ نہیں ، مادی چیزوں پر ایمان ہے، امریکہ پر ایمان ہے، مصلحت بینی پر ایمان ہے ، اگر بدر میں اللہ تعالی مٹھی بھر صحابہ کو کافروں کے ایک مسلح جتھے اور لشکر جرار کے سامنے فتح کرسکتا ہے، تو دنیا کے ایک ارب مسلمانوں کی ایمانی غیرت کہاں چلی گئی:

آج بھی ہو جو ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

دیکھئے مسائل کے حل کے لیے سیاسی اور فوجی طاقت بھی ضروری ہے، جہد مسلسل اور جہاد وقربانی کی بھی ضرورت ہے اور مسلمانوں کے باہم متحد ہونے کی بھی، لیکن یہ سب تفصیلات اور تشریحات ہیں، اصل اور کلیدی ضرورت قوت ایمانی اور کامل ایمان کی ہے ، جب ایمان کامل ہوگا تو ساری چیزیں اپنی ڈگر پر صحیح آجائیں گی اور دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کو مٹا نہیں سکے گی ، یہ دور مسلمانوں کے امتحان کا ہے، جس میں وہ فیل ہو رہے ہیں، اگر یہ اپنے امتحان میں پاس ہوجائیں، تو دنیا کی کوئی طاقت ان کی طرف انگلی نہیں اٹھا سکتی ، اور ایک فلسطین ہی نہیں مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل ہوجائیں گے، ان شاء اللہ۔

مطبوعات

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

۱-مختصر تجوید القرآن (۲۰/روپے)	۲۴-ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ (۷۰/روپے)	۴۷-دوآب دار موتی (۳۰/روپے)
۲-بچوں کی تمرین التجوید (۲۰/روپے)	۲۵-تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (۹۰/روپے)	۴۸-یتیموں کی کفالت (۳۰/روپے)
۳-جیب کی تجوید (۱۰/روپے)	۲۶-تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ (۱۵۰/روپے)	۴۹-توشۂ آخرت (۲۰۰/روپے)
۴-رہنمائے سلوک وطریقت (۳۰/روپے)	۲۷-تذکرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۳۰/روپے)	۵۰-دودن کا سفر (۲۰۰/روپے)
۵-مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا (۲۰/روپے)	۲۸-تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوریؒ (۳۰/روپے)	51- Rules of Raising Funds (Rs.20)
۶-مکتوبات اکابر (۵۰/روپے)	۲۹-تذکرہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوریؒ (۸۰/روپے)	52- Beliefs and Pillars of
۷-حیات عبدالرشید (۲۰۰/روپے)	۳۰-تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (۳۰/روپے)	islam (Rs.20)
۸-بزرگان رائے پور (۵۰/روپے)	۳۱-تذکرہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ (۵۰/روپے)	53- The Laws Pertaining to
۹-افکار دل (۲۰۰/روپے)	۳۲-نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالاؒ (۱۰۰/روپے)	Imamat (Rs.100)
۱۰-التدخین بین الشرع والطب (۵۰/روپے)	۳۳-کامیابی کے اصول اور اللہ کے مقبول بندے (۳۰/روپے)	54- The Rights of Perents and
۱۱-مقالات ومشاہدات (۶۰/روپے)	۳۴-چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول (۳۰/روپے)	children (Rs.20)
۱۲-اللہ ورسول کی محبت (۲۰/روپے)	۳۵-قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت (۳۰/روپے)	55- Guidelines for Sulook and
۱۳-امامت کے احکام ومسائل (۶۰ روپے)	۳۶-فقہ حنفی کے مراجع اور انکی خصوصیات (۳۰/روپے)	Tareeqat(Rs.80)
۱۴-مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ (۵۰روپے)	۳۷- القادیانیة ثورة علی النبوة المحمدیة (۳۰/روپے)	56-Tasawwuf and tha Elders of
۱۵-ساز دل (۱۰۰/روپے)	۳۸-الامامۃ فی الصلوۃ ومسائلہا واحکامہا (۸۰/روپے)	Deoband (Rs.40)
۱۶-تصوف اور اکابر دیوبند (۴۰/روپے)	۳۹-ریاض البیان فی تجوید القرآن (۵۰/روپے)	57-A Biography of the Noblest
۱۷-میرے شیخ ومرشد مفکر اسلام (۵۰/روپے)	۴۰-چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (۲۰۰روپے)	Nabi (Rs.50)
۱۸-درد دل (۱۰۰/روپے)	۴۱-ماں باپ اور اولاد کے حقوق (۳۰/روپے)	58- Life Sketch of Hadhrat
۱۹-سیرت مولانا محمد یحیٰی کاندھلویؒ (۱۰۰/روپے)	۴۲-لڑکیوں کی اصلاح وتربیت (۳۰/روپے)	Thanwi (Rs.40)
۲۰-حیات شیخ الحدیث (۵۰/روپے)	۴۳-مختصر تذکرہ حضرت شیخ الہندؒ (۳۰/روپے)	59- My Sheikh and Spiritual
۲۱-گذرگاہیں (۶۰/روپے)	۴۴-اسلام میں پردہ کی اہمیت (۳۰/روپے)	Guide (Rs.40)
۲۲-عقائد اور ارکان اسلام (۲۰/روپے)	۴۵-سیرت النبی الاکرمؐ (۳۰/روپے)	60- Importance of Hijab in
۲۳-سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۳۰/روپے)	۴۶-میری والدہ مرحومہ (۴۰/روپے)	islam (Rs.30)

ملنے کا پتہ: مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

Mob: 09719831058